المنار جرمنی

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

T. I. COLLEGE OLD STUDENTS ASSOCIATION GERMANY

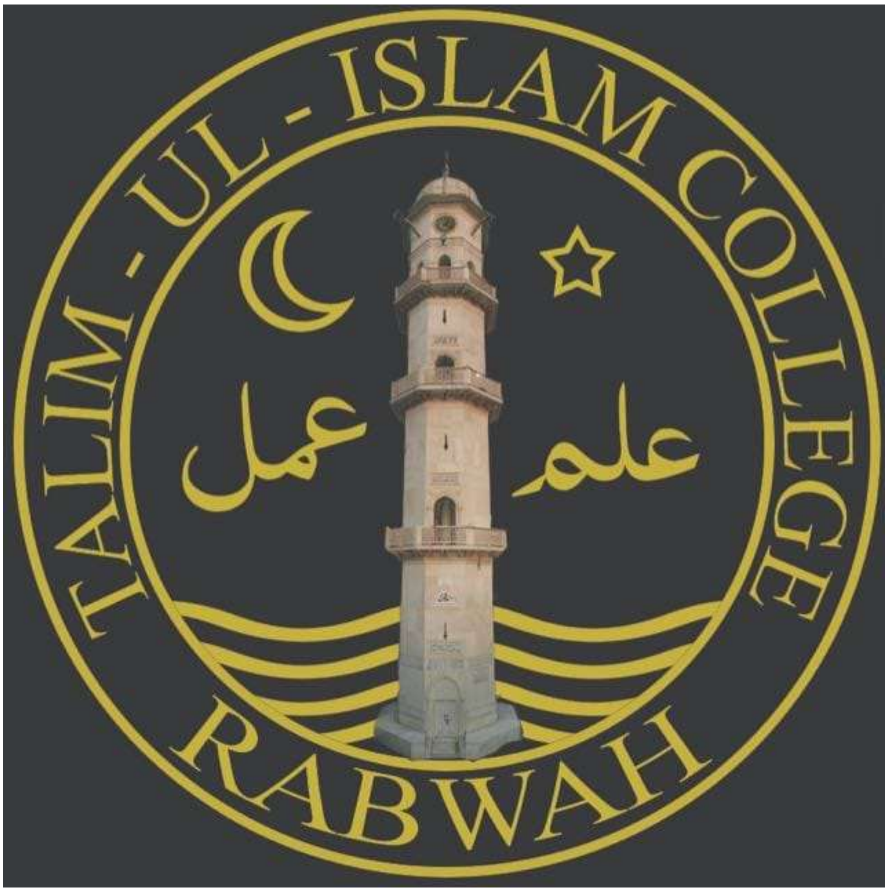

اکتوبر۔نومبر۔دسمبر 2021

المنار جرمنی

بابت ماہ اکتوبر۔نومبر۔دسمبر 2021

بمطابق اخاء۔نبوت۔فتح 1400 ہجری شمسی

زیرِ نگرانی

پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب
سرپرست تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

چوہدری عبدالغفور ڈوگر

مدیر اعلیٰ المنار

چوہدری محمد کولمبس خاں

ایڈیٹوریل بورڈ

چوہدری منیر احمد باجوہ۔عبدالشکور بھٹی

پتہ

Bait us Sabooh
Genferstrasse 11
60437 Frankfurt / M
E-Mail:
columbuskhan@gmail.com

اس رسالہ کی پروف ریڈنگ میں مکرم نوید حمید صاحب از فرینکفرٹ نے تعاون فرمایا۔گرائمر اور املاء کی درستی بھی کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی منظوری سے

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کو گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان میں مستحق طالب علموں کی مالی اعانت کی توفیق مل رہی ہے۔الحمد للہ کہ اس مد میں قربانی کرنے والے بھائیوں کی تعداد اور رقم کی ادائیگی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول فرماتے ہوئے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

یہ رقم اب جرمنی میں ٹکو ساسکالرشپ فنڈ کے نام پر اور اسی طرح ممبرشپ فنڈ صرف جماعتی رسید بکس پر ادا کی جاسکتی ہے۔ جو دوست آن لائین بھجوانا چاہیں ان کی سہولت کے لئے اکاؤنٹ ذیل میں درج ہے۔

AHMADIYYA MUSLIM JAMAAT-BRD
DE 41 5001 0060 0244 0236 04
BIC: PBNKDEFFXXX

ممبرشپ کے لئے TMF

وظیفہ کے لئے TSF

کی مد میں رقم جماعتی رسید بک پر جمع کروائی جائے

حمید احمد چوہدری

سرپرست

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

ارشادِ باری تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَ کُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ (آلِ عمران -104)

اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر (کھڑے) تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ شاید تم ہدایت پا جاؤ۔

فرمانِ رسول ﷺ

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع بفبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعف الایمان

جو تم میں سے برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ بدل دے، پس اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان کے ساتھ، پھر اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل کے ساتھ اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملایک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نُور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔۔۔ اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی اُمّی صادق مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔

حضرت مرزا غلام احمد، مسیح موعودؑ۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5۔ صفحہ 160 تا162

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

دین بچپن میں سکھانا چاہیے:۔اسی طرح ایک اور خرابی یہ ہے کہ اور تو ساری باتیں بچپن میں سکھانے کی خواہش کی جاتی ہے مگر دین کے متعلق کہتے ہیں کہ بچّہ بڑا ہو کر سیکھ لے گا ابھی کیا ضرورت ہے۔بچّہ نے ابھی ہوش نہیں سنبھالی ہوتی اور ڈاکٹر منع کرتا ہے کہ ابھی اسے پڑھنے نہ بھیجو مگر ماں باپ اُسے سکول بھیج دیتے ہیں اور گو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ آوارہ پھرتا ہے اس لیے سکول میں بیٹھا رہے گا مگر اُن کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ سال جو اس کے ہوش میں آنے کے ہیں اُن میں بھی کچھ نہ کچھ پڑھ ہی لے۔مگر نماز کے لیے جب وہ بلوغت کے قریب پہنچ جاتا ہے تب بھی یہی کہتے ہیں ابھی بچّہ ہے بڑا ہو کر سیکھ لے گا۔اگر یہ کہا جائے کہ بچّے کو نماز کے لیے جگاؤ تو کہتے ہیں نہ جگاؤ نیند خراب ہو گی لیکن اگر صبح امتحان کے لیے انسپکٹر نے آنا ہو تو ساری رات جگائے رکھیں گے۔گویا انسپکٹر کے سامنے جانے کا تو اتنا فکر ہوتا ہے کہ مگر یہ نہیں کہ خدا کے حضور جانے کے لیے جگا دیں۔تو بچّے کو بچپن میں ہی دین سکھانا چاہیے جو بچپن میں نہیں سکھاتے اُن کے بچے بڑے ہو کر بھی نہیں سیکھتے......پس جب تک ماں باپ یہ نہ سمجھیں گے کہ دین سیکھنے کا زمانہ بچپن ہے اور جب تک یہ نہ سمجھیں گے کہ ہمارا اثر بچپن میں ہی بچوں پر پڑ سکتا ہے تب تک بچّے دیندار نہیں بن سکیں گے۔

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول صفحہ 127 ستمبر 2008 نظارت نشرواشاعت قادیان)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیائے احمدیت کو اس طرح اکٹھا اور باخبر کر دیا ہے کہ اب خلیفۂ وقت کے دَوروں اور جماعتی پروگراموں اور خبروں کو سننے کے لئے لمبا انتظار اور جماعتی رسائل اور اخبارات کا انتظار نہیں کرنا پڑتا بلکہ ساتھ ہی ساتھ ہر خبر پہنچ رہی ہوتی ہے۔ہر پروگرام دیکھا جارہا ہوتا ہے۔بلکہ جلسوں کی کارروائی اور ماحول کے بارے میں سننے والوں کی طرف سے بعض موقعوں پر فوری تبصرے اور جذبات کے اظہار پروگراموں کے دوران ہی ہو رہے ہوتے ہیں۔......مجھے لوگوں نے لکھا اور اکثر مختلف جگہوں کے، ملکوں کے پروگراموں کے بارے میں بھی لوگ لکھتے رہتے ہیں۔اور خاص طور پر جہاں مَیں جاؤں وہاں کے بارے میں لوگوں کا خاص اظہار رائے ہوتا ہے۔مختلف قسم کے جذبات ہوتے ہیں۔اور انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور حمد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت میسر فرما کر کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو ایک وحدت بنا دیا ہے اور ایک لڑی میں پروئے جانے کے ظاہری نظارے کا خوبصورت سامان مہیا فرما دیا ہے۔پس اس کے لئے ہمیں جہاں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے وہاں ایم ٹی اے کارکنان جن میں رضاکار کارکن بھی شامل ہیں اور کُل وقتی بھی ان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ یکم ستمبر 2017ء)

پیغامِ صدر

نہایت عزیز برادران!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ سب مع اہل وعیال بفضلہٖ خیریت سے ہوں اور ہمیشہ خیریت سے رہیں۔ سال 2021 کی چوتھی سہ ماہی کا آغاز ہو چکا ہے اور دنیا کرونا کے ایک دور سے گزر چکی ہے۔ حالات میں کچھ بہتری بھی دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وباء سے جلد نجات عطا فرمائے۔ آمین

قانون کی رعایت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ممبرانِ ٹکوسا جرمنی کو گزشتہ سہ ماہی میں بھی پروگرام بنا کر مل بیٹھنے کے مواقع ملے۔ جنرل سیکریٹری صاحب کی رپورٹ اور شاملین کے تاثرات سے پر مشتمل مضمون میں کچھ تفصیل آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ کر سکیں گے۔ ہمبرگ میں بھی مکرم اعزاز رسول صاحب کے ذریعہ ٹکوسا کے زیرِ انتظام ایک گرل پارٹی کا انتظام کیا گیا جس میں شامل ہونے والے ممبران نے اسے بہت پسند کیا۔

خاکسار اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزار ہے کہ وباء کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات کے باوجود جہاں ہمارے پروگراموں میں بھائیوں نے حوصلہ افزائی فرمائی وہیں ہماری تنظیم میں اضافہ اور طلبہ کی مدد کے لئے فنڈ میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ یہ امر آپ سب کے اخلاص اور مروّت کا مظہر ہے۔ الحمد للہ دس سال کے عرصہ کے اندر ہی ترقی کرتے ہوئے ڈیڑھ لاکھ روپے سے بیس گنا بڑھ کر اب گزشتہ ماہ تک تیس لاکھ روپے سے زیادہ ہمیں طلبہ کی امداد کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ تمام بھائیوں کا بھی دلی شکریہ کہ انہوں نے نہایت فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں اس نیک نامی کے حصول میں تعاون سے نوازا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

خصوصی درخواستِ دعا: جیسا کہ دوستوں کے علم میں ہے کہ مکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب جنکی طبیعت کمزور رہتی ہے اور بعض اوقات ہسپتال بھی جانا پڑتا ہے وہ ہماری خاص دعاؤں کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کام کرنے والی لمبی عمر اور ہمیں ان کے علم اور تجربے سے بدستور استفادہ کی توفیق دیتا رہے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

عبدالغفور ڈوگر

(صدر۔ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی)

پیغام سرپرست ٹکوسا جرمنی

شکریہ احباب اور یاد دہانی

اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا بے پناہ شکر کرتے ہوئے خاکسار اپنے دوستوں کی خدمت میں بطور یاد دہانی وہی بات عرض کرنا چاہتا ہے جو میں ہمیشہ دہراتا ہوں کہ دیگر پروگرام ترتیب دیتے وقت ہمیں ایسو سی ایشن کے قیام کے بنیادی نصب العین کو کبھی نہیں بھلانا چاہیئے۔ یعنی کالج کی نیک روایات اور مرحومین کا ذکر خیر کرنے کے ساتھ ساتھ سکالرشپ فنڈ کے سلسلہ میں اپنی رفتار کا جائزہ۔ ہم سب اپنے منتخب کردہ صدر محترم چوہدری عبد الغفور ڈوگر کے کے ممنون ہیں جنھوں نے خواہش نہ رکھنے کے باوجود یہ ذمہ داری قبول فرمائی اور پھر اس کو نباہنے اور اس کا حق ادا کرنے میں شب و روز مصروف ہیں۔ کرونا Pandemic کی پابندیوں کے باوجود آپ حالات کی مناسبت سے کوئی نہ کوئی دلچسپ پروگرام بناتے رہتے ہیں اور دوست ان کے ساتھ خوشی سے تعاون بھی کرتے رہتے ہیں۔ محترم صدر صاحب ان سرگرمیوں سے ممبران کو آگاہ بھی رکھتے ہیں۔ چند ہی روز قبل ابھی مکرم رفیق احمد صاحب کے تعاون سے انہوں نے مکرم شیخ منصور احمد صاحب، سیکرٹری ایسو سی ایشن کے ساتھ مل کر مکرم رفیق احمد صاحب کے دولت خانہ کے وسیع لان میں Grill کا دلچسپ انتظام کیا جس میں کثیر تعداد میں احباب شامل ہوئے۔ وقت کی قلت کی وجہ سے پرانی یادیں بھی مختصراً دہرائی گئیں۔ اس موقع پر خاکسار نے محترم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب کی نظم:

جاگ اے شرمسار آدھی رات　　　اپنی بگڑی سنوار آدھی رات

حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد مرزا خورشید احمد صاحب کی نہایت خوبصورت اور پرسوز آواز میں سنائی اور یہ بھی کہا کہ اکٹھے بیٹھ کر صرف کباب کھانا ہمارا بنیادی مقصد نہیں۔ اپنے بنیادی مقاصد ہماری ہر get-togather میں پورے کئے جانے چاہیئں۔ محترم صدر صاحب نے اختصار کے ساتھ مالی صورتحال بیان کرکے تحریک کی کہ احباب سکالرشپ کی مد میں حسب توفیق حصہ لیتے رہیں۔ اور بتایا کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے گزشتہ سالوں کے مطابق سکالرشپ فنڈ میں رقومات بھجوائی جارہی ہیں۔ آئندہ جب بھی جنرل میٹنگ کا موقع ملا وہ تفصیل پیش کردیں گے۔ ختم کرنے سے پہلے میں مکرم محترم چوہدری محمد کو لمبس خاں صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ بطور مدیر اعلیٰ تن تنہا باقاعدگی سے ہمارا رسالہ المنار شائع کرکے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پوری کرتے ہوئے ایسو سی ایشن کو سرخرو کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس خدمت کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

خاکسار حمید احمد چوہدری

T. I. College Old Students Association Germany

بِسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرَّحِیم   نَحمدہٗ وَنصلی علیٰ رسولہِ الکریم   وَعلیٰ عبدہِ المسیح الموعودؑ

قراردادِ تعزیّت

برشہادت مکرم سیّد طالع احمد صاحب

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی مکرم سیّد طالع احمد صاحب مرحوم واقفِ نو کی شہادت پر اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز، شہید مرحوم کی بیگم صاحبہ محترمہ، مرحوم کے والدین اور خاندان کے تمام افراد کے ساتھ اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنْ ۔ **کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال و لاکرام** کہتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے فضل سے خلافت احمدیہ کو ان جیسے سلطان نصیر عطا فرماتا رہے۔ آمین

حضور ایدّہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 3 ستمبر 2021 میں شہید مرحوم کی خوبیوں اور خلافت احمدیہ سے وفاء کے تعلق کا جس تفصیل سے ذکر فرمایا ہے وہ ہم سب کے لئے نہایت ایمان افروز ہے۔ حضور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے شہید مرحوم کی خلافت سے محبت، انکسار، ملنساری، دینی جذبہ اور علمی قابلیت کا ذکر فرمایا ہے وہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہم دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ شہید مرحوم کی بیگم صاحبہ محترمہ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے اور انکے بچوں کا خود والی اور نگہبان رہے اور ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

اس صدمہ سے شہید کے خاندان کے جملہ افراد اور اسی طرح ہر احمدی کا دل درد سے معمور ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ کر جنت الفردوس اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قرب میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

ہم ہیں حضور کے خدام ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بذریعہ چوہدری عبدالغفور ڈوگر

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّـاصر

واجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا

انا فتحنا لك فتحا مبينا

ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة

امام جماعت احمدیہ

اسلام آباد۔ ٹلفورڈ

Z 30-09-2021

مکرم چوہدری عبد الغفور ڈوگر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس میں آپ نے عزیزم سید طالع احمد کی شہادت پر اپنی طرف سے اور ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کی طرف سے افسوس کا اظہار کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ عزیز شہید واقعی بہت خوبیوں کا مالک اور خلافت کا وفادار تھا۔ اللہ اس کے درجات بلند فرمائے اور اسے کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اللہ ہر آن آپ کا حامی وناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

جس حال میں ہیں خوش ہیں کسی سے گلہ نہیں
اپنا کوئی خدا کے سوا آسرا نہیں

جب سے تمہارے شہر کے دیکھے ہیں رات دن
اپنی ہوائے شام و سحر جانفزا نہیں

شبنم کو چھو نہ لالہ و گل کی ہوا پہ جا
آنسو ہو یا ہنسی، کوئی بے مدعا نہیں

راتیں تو آندھیوں میں، بگولوں میں دن کٹے
لیکن مرا چراغِ تصور بجھا نہیں

دیوانے اعتکافِ چمن پر مصر ہیں کیوں
کیا اب کے بعد موسمِ نشوونما نہیں؟

یہ بھی درست ہے کہ خدا ہے سفینہ راں
یہ بھی غلط نہیں کہ کوئی ناخدا نہیں

بیٹھے ہیں انجمن میں زباں سی کے جانے کیوں
ہم ورنہ تبصرے سے بھی نا آشنا نہیں

دانش جلاؤ جلد عقیدوں کی مشعلیں
سورج ہے سر پہ اور اجالا ہوا نہیں

(احسان دانش)

اُس نے کچھ نقش مجھے ایسے دکھائے میرے
آئینے میں تھا کوئی اور بجائے میرے

اُس نے محفل میں جو کچھ شعر سنائے میرے
اپنے انداز سے پھر زخم دکھائے میرے

خواب لُٹ جائیں تو ہو جاتی ہیں پتھر آنکھیں
نیند اُڑ جائے تو پھر ہاتھ نہ آئے میرے

کُنجِ میخانہ میں لگتا تھا کہ عافیّت ہے
چشمِ ساقی نے مگر ہوش اُڑائے میرے

عکس اِک روز نیا سامنے آ جاتا ہے
جانے کس کس کے تعاقب میں تھے سائے میرے

دل میں بے تاب تمنّا ہے کہ وہ بھی اِک دن
مجھ کو پہلو میں لیے ناز اُٹھائے میرے

اور پھر ایسی عنایت کی نظر ہو، گویا
اُسکی آنکھوں میں نہ ہو کوئی سوائے میرے

یادِ جاناں کا جو پُر کیف سماں ہو یوسفؔ
ایسے لمحوں میں کوئی پاس نہ آئے میرے

(راجہ محمد یوسف خاں)

سفر وسیلہ ظفر

مکرم جناب عبدالشکور صاحب بھٹی (قسط 3)

11 ستمبر 1971 کو دوپہر کے وقت حلب شہر سے ٹیکسی لے کر شام کے شہر بابل کی طرف روانہ ہوا۔ بابل کے بس اسٹاپ سے مجھے اسکندریہ کیلئے بس ملی۔ ترکی کا شہر اسکندریہ شام اور ترکی کا سرحد پر سمندر کنارے واقع ہے۔ خدا خدا کرکے بس میں سوار ہوگیا اور بس اسکندریہ کیلئے روانہ ہوگئی۔ رات کا وقت تھا اردگرد کے تمام مناظر اندھیرے کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا صرف جس وقت بس کوئی موڑ مڑتی تو اسکی روشنی میں اندازہ ہوتا کہ پہاڑی علاقہ ہے یا جنگلات۔ بس جب اسکندریہ پہنچی تو کوئی دس بجے کا وقت تھا۔ یہاں سے مجھے دوسری بس پر سوار ہونا تھا جو اسکندریہ سے استنبول تک جاتی تھی۔

یہاں پر مجھے ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا جو بیان کرتا چلوں۔

دوسری بس جو استنبول جاتی تھی اس میں سوار ہونے کیلئے میں اپنا سامان پہلی بس سے اتار کر دوسری بس میں رکھ رہا تھا اور پہلی بس سے کچھ سامان اتار کر بس سے باہر زمین پر رکھ کر دوسرا سامان لینے کیلئے گیا لیکن جب باہر آیا تو پہلے والا سامان غائب ہو چکا تھا۔ اس میں سگریٹ کے پیکٹ اور دمشق کی بنی مٹھائی اسپغول وغیرہ اور اسی طرح کا کچھ سامان تھا۔ اب سامان ڈھونڈنا تو بے فائدہ تھا لہٰذا استنبول والی بس میں سوار ہوگیا اور بس اسکندریہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ یہ دن کا وقت تھا اور باہر کے مناظر بہت خوبصورت تھے صاف میدانی علاقہ تھا۔ کہیں آبادی آجاتی اور کہیں سرسبز کھیت بس چلتی رہی اور بالآخر بس استنبول پہنچ گئی۔ بس جیسے ہی بس اسٹاپ پر پہنچی بہت سے قلی بس پر ٹوٹ پڑے بالکل اسی طرح جس طرح کسی زمانہ میں پاکستان کے ریلوے اسٹیشن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ یہاں بھی ہر مسافر سے اس کا سامان اٹھا کر ہوٹل وغیرہ تک پہنچانے کی پیشکش کررہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اسکندریہ (سکندرون) سے آنے والی بس میں زیادہ تر غیر ملکی سیاح ہوتے ہیں اور انہیں کہیں نا کہیں رہائش کیلئے جانا ہوتا ہے۔ میں نے ایک قلی کے حوالہ اپنا سامان کیا اور اسے کسی اچھے صاف ستھرے اور سستے ہوٹل پہنچانے کو کہا۔ اس نے میرا سامان سر پر رکھا اور پیدل چل پڑا۔ اسکے پیچھے پیچھے میں بھی چل پڑا کبھی کبھی چلتے چلتے اسکی رفتار تیز ہوجاتی تو مجھے کچھ پریشانی ہونا شروع جاتی کہ کہیں سامان لے کر بھاگ ہی نہ جائے تو میں بھی تیز تیز قدم اٹھانے لگ جاتا۔ کوئی آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد وہ مجھے ایک ہوٹل لیکر آگیا جہاں شاید اس کا کمیشن طے تھا۔ اکثر اس طرح کے قلیوں نے ہوٹل والوں سے معاملات طے کر رکھے ہوتے تھے کیونکہ یہ انکے روز کا کام تھا۔ ہوٹل اچھا تھا اور مجھے پسند بھی آیا اور چار دن یہی گزارنے کا ارادہ کرلیا مگر بعد میں اتنا اچھا لگا کہ مزید چار دن یہاں رُکا رہا یہ ہوٹل Sirara میں تھا۔

ان دنوں یورپ میں داخل ہونے کے لئے ان سب ممالک کے ویزے لینے پڑتے تھے جن سے آپ نے گزرنا ہو آجکل کی طرح یورپی یونین اور شینگن زون (Schengen-Raum) نہیں تھا اور اس کے لئے ایک دو دن لگ جاتے تھے اسلئے مجبوراً مجھے یہاں کچھ زیادہ قیام کرنا پڑگیا۔ جس ہوٹل میں میری رہائش تھی وہاں مختلف ممالک کے مسافر ٹھہرے ہوئے تھے وہاں لان میں دوسرے ممالک کے کئی لوگوں سے علیک سلیک ہوجاتی اور تھوڑی دیر بات چیت کرکے وقت پاس کیا جاتا۔ ایسے ہی ایک دن جب میں اکیلا بیٹھا چائے پی رہا تھا تین مصری میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور مجھے بتانے لگے کہ ہم مصری مسلمان ہیں۔ ہمارا یہاں سامان چوری ہوگیا ہے اب ہمارے پاس کھانے پینے کے بھی پیسے نہیں ہیں مصر سے ہم نے اپنے گھر والوں سے پیسے منگوائے ہیں جو چند دن تک مل جائیں گے برائے مہربانی تب تک ہماری کچھ مدد کردو کیونکہ کرایہ نہ ادا کرنے

کیوجہ سے ہوٹل والے ہوٹل خالی کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ آپ ہوٹل مینجر سے کہہ کر ہمیں چند دن مہلت دلوا دیں تب تک ہمارے پیسے آجائیں گے تو ہم انکو ادا کر دیں گے۔ آپ ہماری ضمانت دے دیں۔ انہوں نے منت سماجت کے ساتھ ساتھ قران کی قسمیں اٹھا اٹھا کر مجھے یقین دلانے کی کوششیں کی۔ چونکہ میں بھی مسافر تھا اور میرا اسامان بھی ایک جگہ چوری ہو گیا تھا اسلئے میرا دل پسیج گیا اور میں نے ہوٹل مالک کو جا کر اپنی گارنٹی دے دی اور کہا کہ اِنکے اخراجات میں ادا کر دونگا۔ مزید یہ کہ اپنے کمرے کی چابی انہیں دے دی اور کہا شیونگ کے سامان کے ساتھ ساتھ جس چیز کی ضرورت ہو بلا جھجک استعمال کر لو۔ اس طرح تین دن بڑے ہی پر سکون کٹ گئے چوتھے دن جب میرے پاسپورٹ پر ان تمام ممالک کے جن کے لئے میں نے اپلائی کیا تھا ویزے لگ گئے تھے اور پاسپورٹ لیکر جیسے ہی میں اپنے کمرے میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کمرہ میں تینوں مصری میرے سامان سمیت غائب ہو چکے ہیں۔ میں بہت پریشان ہوا اور اس پریشانی میں ہوٹل انتظامیہ کو آگاہ کیا تو انہوں نے کہا ہمیں کیا کہتے ہو تم نے خود ہی تو ان لوگوں کی ضمانت دی تھی۔ ابھی تو آپ نے ہمیں انکے تمام بل بھی ادا کرنے ہیں میں نے پولیس رپورٹ درج کروانے کا کہا تو ہوٹل مینجر کہنے لگا کہ اسکے لئے تمہیں کم از کم دس دن مزید رکنا پڑے گا تب تک شاید چور پکڑے جائیں اب آپ خود سوچ لیں۔ اس بات پر کافی مایوسی ہوئی کہ اتنے دن ہوٹل میں مَیں کس طرح رک سکتا ہوں اور بالآخر مجھے ان تینوں کے بل اور اپنے سامان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اسوقت استنبول میں بہت سے پاکستانی اور انڈین یورپ جانے کیلئے ترکی ٹھہرے ہوئے تھے اور کافی عرصہ سے نہ تو انکے ویزے لگ رہے تھے نہ ہی کوئی اور صورت آگے جانے کی نکل رہی تھی۔ وہ سب کافی دنوں کی خجل خواری کے بعد اپنے گھروں کو یاد کرتے اور روتے تھے، کبھی کبھی ان کو دیکھ کر میں بھی پریشان ہوتا کہ کہیں کچھ میرے ساتھ بھی ایسا ہی نہ ہو جائے۔ ان سے بعض لوگ تو کئی کئی دفعہ یورپ سے ڈیپورٹ بھی ہو چکے تھے۔ مجھے کچھ حوصلہ ہوتا کہ میرے پاس تمام کاغذات اور ویزہ جات قانونی ہیں اور سعودیہ کمپنی اور یوبی ایل بینک میں ورکنگ کے بھی کاغذات میرے پاس ہیں اور مزید یہ کہ دکھانے کیلئے بھی میرے پاس معقول رقم تھی جو سعودیہ کمپنی سے مجھے ملی تھی۔ اسلئے خود کو تسلی دیتا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کا نام لے کر استنبول سے پیرس کیلئے ٹرین پر سوار ہو گیا۔ استنبول سے یورپ کیلئے ٹرین شام سات بجے چلی۔ اسوقت یورپ کے بارڈر آجکل کی طرح اکٹھے نہیں تھے ہر ملک کا الگ الگ بارڈر تھا۔ رات کو جس ملک کے سرحد پر ہماری ٹرین رُکتی نیم وا آنکھوں سے پاسپورٹ چیک کروا دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کہیں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئی اور بلا کسی پریشانی کے پیرس پہنچ گئے۔

پیرس آمد

پیرس اسوقت روشنیوں کا شہر تھا اور یہاں ایک دن رکنے کا پروگرام تھا۔ پاکستان میں فرانس ایک کہانیوں کا ملک مشہور تھا اور محاوروں میں کہا جاتا تھا کہ تم بڑے پیرس سے ہو آئے ہو۔ اس روز میں کہانیوں کے دیس کو اپنی جیتی جاگتی آنکھوں دیکھ رہا تھا مگر جو کچھ اور جتنا بڑھا چڑھا کر پیرس کو پیش کیا جاتا تھا پیرس ایسا تھا نہیں۔ ہمیں تو پیرس اپنے اندرون لاہور کی طرح قدیم ویرانا سا شہر لگا۔ بہر حال وہ چیز نہیں تھی جس کو قصوں کہانیوں میں پیش کیا جاتا تھا۔ ویسے بھی قصے اور کہانیاں سننے کی حد تک ہی اچھی لگتی ہیں۔ اگر ان قصوں کے بھید کھل جائیں تو وہی محسوس ہوتا ہے جو پیرس دیکھ کر اب ہمیں محسوس ہو رہا تھا۔ ہماری منزل تو جرمنی تھی جس کا تذکرہ ابھی تک اخبارات و رسائل میں ہی پڑھا تھا۔ جس کو دیکھنے کی چاہ ہمیں اتنی دُور کھینچ لائی تھی۔ پیرس سے میں نے جرمنی کیلئے ٹرین کا ٹکٹ خریدا اور ٹرین میں سوار ہو گیا۔ اُن دنوں پیرس سے فرینکفرٹ چھ گھنٹے کا سفر تھا۔ اسوقت آجکل کی طرح تیز رفتار ٹرینیں نہیں تھیں۔ ٹرین میں سوار ہوتے وقت عجیب سے وسوسے تھے کہ بارڈر پر کیا پوچھیں گے، داخل ہونے دیں گے یا نہیں لیکن جب بارڈر پر پہنچے تو انہوں نے چند سوال پوچھے اور آگے چلے گئے اور میں جرمن کی حدود میں بلا کسی پریشانی داخل ہو چکا تھا۔

فرینکفرٹ میں آمد

18 دسمبر 1971 کے سرد دِنوں میں مَیں فرینکفرٹ جرمنی پہنچا اور اسٹیشن کے قریب ہوٹل وکٹوریہ میں قیام کیا۔ موسم خراب اور سارا شہر برف سے ڈھکا اداس اداس سا لگ رہا تھا۔ اس سے پہلے میں کافی لمبی سیاحت و سفر کر کے یہاں پہنچا تھا لہذا پہلے دو دن تو تھکان اتارنے اور کچھ اِرد گرد کی معلومات لینے میں گزر گئے۔ جب کچھ تھکان اتر گئی تو میں نے چند جرمن احباب سے فرینکفرٹ میں احمدیہ مسجد کے بارے میں پوچھا لیکن انہیں تو مسجد کے متعلق کچھ معلومات نہ تھی۔ پھر ہوٹل کے استقبالیہ سے پوچھا تو انہوں نے ریلوے اسٹیشن پر ٹورسٹ انفارمیشن کا بتایا اور کہا وہاں سے تمہیں مکمل معلومات مل سکتی ہیں۔ اسٹیشن پر ٹورسٹ انفارمیشن والوں کے پاس پہنچ کر ان سے مسجد کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ فرینکفرٹ میں ایک مسجد ہے جو چند سال پہلے ہی بنی ہے اور ہمارے ٹورسٹ مقامات میں بھی شامل ہے اور آپ اس طریقے سے وہاں جاسکتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی 36 نمبر بس اسی روٹ پر چلتی تھی لیکن 36 نمبر دو طرح کی ہوتی تھی ایک تو ھائنر ویگ **(Heiner Weg)** سے سیدھی گزر جاتی تھی اور دوسری اندر کی طرف مسجد کے پاس آکر رُکتی تھی اس لئے اس بات کا خیال رکھنا پڑتا تھا کہ کہیں آپ آگے نہ نکل جائیں ورنہ کافی آگے جا کر دوسری بس لیکر واپس آنا پڑتا تھا۔ اس وقت بھی یہی روٹ تھا اور سی اینڈ اے کے قریب سے لینی پڑتی تھی۔ بڑی مشکل سے پوچھتے پچھاتے نور مسجد پہنچا تو دوپہر کا وقت تھا۔ گھنٹی بجانے پر محترم مولانا مسعود احمد جہلمی صاحب نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر آنے کی دعوت دی۔ میں نے اپنا تعارف کروایا اور کہا کہ میں سیر و سیاحت کی غرض سے آیا ہوں اور ایک ہفتہ قیام کا ارادہ ہے انشاءاللہ دو تین دن مزید آپ سے ملاقات ہوتی رہے گی۔ میری بات سن کر وہ ذرا چونکے اور حیرت سے پوچھا کہ آپ یہاں صرف ایک ہفتے کیلئے آئے ہیں؟۔ تب میں نے انہیں بتایا کہ میں سعودیہ سے اپنی نوکری ختم کر کے واپس پاکستان جارہا ہوں کیونکہ میری پاکستان بینک میں نوکری ابھی تک برقرار ہے یورپ صرف سیر و سیاحت کی غرض سے آیا ہوں۔ مری بات سن کر ذرا سوچ میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ آپ یہاں ہمارے پاس جرمنی میں کیوں نہیں رک جاتے؟۔ ہمارے ہاں جماعت کی تعداد بہت کم ہے اور ہم جماعت کچھ بڑھانا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے پاس یہاں کا ویزہ نہیں ہے اسلئے مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔ اس پر وہ فوراً کہنے لگے آپ بالکل فکر نہ کریں میں کوشش کرونگا اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کر دے گا۔ انکے حوصلہ دِلوانے پر میں خاموش ہو گیا کیونکہ انہوں نے اتنے پیار سے کہا تھا کہ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ پھر باتوں باتوں میں مَیں نے ان سے پوچھا یہاں اور کتنے احمدی ہیں؟۔ انہوں نے دس بارہ آدمیوں کے نام گنوا دیئے۔ ان میں سے میں مکرم صدیق اعظم کو جانتا تھا جنہیں سکول کے زمانہ میں ماسٹر عطا اللہ صاحب صدیقِ اعظم کے نام سے پکارتے تھے۔ وہ میرے کلاس فیلو بھی رہ چکے تھے اور اسکول کے زمانہ سے ہی انکے ساتھ اچھی سلام دعا تھی۔ مجھے کچھ تسلی ہوئی کہ چلو کوئی بات چیت کرنے والا تو میسّر آیا۔ مولوی صاحب نے اس دوران نماز پڑھائی اور شام کو میری مسجد سے واپسی ہوئی۔ مولوی صاحب سے درخواست کی کہ صدیق سے میری ملاقات کروادیں تو انہوں نے بتایا کہ صدیق صاحب ہر جمعہ کی نماز پڑھنے یہاں آتے ہیں لہذا آپ بھی جمعہ کی نماز پر آجائیں تو ان سے مسجد میں ملاقات ہو جائے گی۔ 24 دسمبر 1971 کو جمعہ کا دن تھا اور اس دن میں ہوٹل واپس آگیا۔ اگلے تین دن میرے لئے گزارنے بہت مشکل تھے کیونکہ اب مجھے تین دنوں میں فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے واپس پاکستان جانا ہے یا یہاں جرمنی رہنا ہے۔ بڑی مشکل سے دو دن گزرے اور جمعہ آگیا میں نماز پڑھنے مسجد چلا گیا جمعہ پر صدیق صاحب سے بھی ملاقات ہو گئی۔ وہ مجھے دیکھ کر حیران ہو گئے کافی دیر مسجد میں بات چیت ہوتی رہی انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ مولوی صاحب اگر کہہ رہے ہیں تو یہاں رہنا مناسب ہے وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے ہوٹل میں ٹھہرے دس دن سے زیادہ ہو گئے تھے باہر کھانے کا بھی مسئلہ ہو رہا تھا لہذا میں نے ان سے پہلی درخواست یہ ہی کی کہ میری رہائش کا مسئلہ حل کروائیں تاکہ ہوٹل سے میری جان چھوٹے۔ انہوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا اور

رہائش کا مسئلہ حل کرنے کی بھی تسلی دی۔ اگلے دن بمطابق وعدہ میرے ہوٹل میں پہنچ گئے اور کہا میرے ساتھ چلو اور اپنا سامان بھی اٹھالو تمہاری رہائش کا بندوبست ہو گیا ہے۔لہذا میں نے شکر ادا کیا اور سامان لیکر انکے ساتھ چل پڑا۔اس زمانہ میں جہاں آجکل نئی فرینکفرٹ یونیورسٹی بنی ہے پرانی یونیورسٹی گرانے کی غرض سے خالی پڑی ہوئی تھی اور جرمن سٹوڈنٹس نے اس بلڈنگ پر اپنا قبضہ جما رکھا تھا۔اس بلڈنگ میں ہر طرح کی سہولیات میسّر تھیں یہاں ایک کمرہ میں صدیق صاحب نے بھی سٹوڈنٹ بن کر قبضہ کرر کھا تھالہذا ہمارا سامان لا کر بھی اسی کمرہ میں رکھ دیا۔پہلے تو میری طبعیت کچھ پریشان ہوئی مگر پھر سوچا ہوٹل کے مہنگے کمرے سے تو جان چھوٹی۔اس لحاظ سے یہ کمرہ کافی بہتر لگنے لگا کہ یہاں پر کچھ خرچہ نہیں پھر آہستہ آہستہ اپنا کچھ بندوبست کرلیں گے۔اس دوران مسجد آنا جانا لگا رہا۔ محترم مولانا مسعود احمد جہلمی صاحب سے پتہ لگا کہ یہاں چند ماہ پہلے مولانا فضل الٰہی انوری صاحب مشنری انچارج تھے۔انکی تو ابھی ابھی پوسٹنگ ہوئی ہے پھر دوست احباب کی وجہ سے ایک دن بڑی جماعت بنے گی اور خوب دینی کام ہو گا۔اسی دوران دوسرے احمدی احباب سے بھی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تھوڑے عرصہ میں ایک دوسرے سے پہچان اور شناسائی بھی ہو گئی جن احباب سے اسوقت ملاقات ہوئی ان میں محمد شریف خالد صاحب،عبدالرب صاحب،اسمٰعیل خالد صاحب،اسلم حیات بٹ صاحب، طوسی صاحب، چوہدری ہادی صاحب،مرزا محمود صاحب جو اب فوت ہو چکے ہیں (یہ مرزا عبدالسمیع صاحب کے بیٹے نہیں دوسرے ہیں(۔ ملا جلا کر کچھ بیس افراد پر مشتمل جماعت بنتی تھی لیکن چند ماہ کے بعد مزید دوستوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا جن میں سب سے پہلے قاضی مبارک احمد صاحب جو کہ کراچی سے تھے اور یہاں فشر پیٹر میں ٹریننگ لینے کیلئے آئے تھے اور یہاں دوستانہ اور جماعتی ماحول دیکھ کر انہوں نے بھی یہیں رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔اسی طرح چند ماہ کے بعد ملک مسیح الدین، عرفان احمد خان صاحب،شوکت پراچہ صاحب بھی آ گئے اور دوستی کے ساتھ ساتھ ایک اچھی خاصی جماعت بھی بن گئی۔ غالباً جون یا جولائی میں مسعود احمد جہلمی صاحب نے سب دوستوں کو بلا کر اجتماع کی بنیاد رکھی اور چندہ جات کی تحریک شروع کر دی۔اسوقت جماعت کا بجٹ لنڈن مشن سے منسلک تھا اور ہر چیز لندن سے آتی تھی۔اس طرح یہاں چندہ جات کا آغاز ہوا اور ہر ایک نے اپنے بجٹ کے مطابق چندے ادا کرنے شروع کر دیئے۔ مشنری انچارج کو جو بھی چندہ دے دیتے خوشی خوشی رسید کاٹ دیتے تھے۔اسی دوران غالباً 1972 اگست یا ستمبر میں مولانا جہلمی صاحب نے بہت بڑی جماعتی کانفرنس کا انتظام کیا جس میں قریب دوسو آدمیوں کو دعوت دی جس میں ہیسن کے **Bürgermeister** شامل تھے اسکے علاوہ پولیس آفیسرز بھی شامل تھے سیاسی شخصیات بھی تھیں۔ عارف خان صاحب جو کینیڈا چلے گئے تھے اور ابھی کچھ عرصہ پہلے انکا انتقال ہو گیا ہے انہوں نے کھانا بنایا تھا۔انتظامیہ میں شوکت پراچہ صاحب، ملک مسیح الدین صاحب، عرفان خان صاحب، قاضی مبارک احمد صاحب اور خاکسار شامل تھے۔اتفاق سے اس دن موسم بہت اچھا تھا۔مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب نے ایک بہت شاندار تقریر کی اور ہر ایک کو اسلام احمدیت کی دعوت دی جسے جرمنوں نے بہت غور سے سنا اور خوشی کا اظہار کیا۔اس طرح جرمنی میں اجتماعی تبلیغ کا بھی آغاز ہو گیا جو کہ آجتک جاری ہے اور ان شاءاللہ تاقیامت جاری رہے گا۔اس اجتماعی میٹنگ کے بعد حکومتی اہلکار جماعت کو پہچاننے لگے ان دنوں پاکستانی حکومت کا ورک ویزہ وغیرہ کا معاہدہ نہیں تھا کیونکہ 1964 میں جرمنی کی حکومت نے صدر پاکستان ایوب خان سے لیبر کی ڈیمانڈ کی جو ہماری حکومت نے مسترد کر دی۔اسکے بعد جرمنی نے ترکی سے یہ ڈیمانڈ کی جو انہوں نے قبول کرلی اور ترکی اسوقت سے لیکر آجتک اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے،بہرحال مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب سے ویزے کی بات کی تو انہوں نے اپنا ویزٹنگ کارڈ دیا اور کہا فلاں افیسر کے پاس لے جاؤ تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔میں جہلمی صاحب کا کارڈ لے کر اس افیسر کے پاس گیا تو اس نے ایک منٹ میں چھ ماہ کا ویزہ لگا کر پاسپورٹ میرے ہاتھ میں تھما دیا اسی طرح جماعتی رنگ میں مسائل حل ہونا شروع ہو گئے۔ ابھی تک صدران اور تنظیمی ڈھانچہ کے مطابق کام شروع نہیں کیا تھا مگر ہر کوئی اپنے طور پر جماعتی کام کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ مسجد

میں آنے جانے کا سلسلہ لگا رہتا۔ کھانے کا بندوبست بھی ہوتا، چائے وغیرہ بھی اپنی مرضی سے بنانے کی اجازت تھی۔ امام صاحب کی طرف سے کوئی بندش نہیں تھی۔ اسی دوران جہلمی صاحب کی فیملی بھی پاکستان سے آگئی اور سب کو گھر کا پکا کھانا ملنے لگا مسجد میں مہمانوں کا زیادہ خیال رکھا جانے لگا یہ سلسلہ تقریباً دو سال چلتا رہا کہ ایک دن جہلمی صاحب کی تبدیلی کی خبر ملی کہ انکی جگہ مکرم فضل الٰہی انوری صاحب واپس تشریف لا رہے ہیں۔ اس خبر سے ہمارے دل کافی افسردہ ہوئے کیونکہ مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب سے کافی تعلق پیدا ہو گیا تھا اور تمام احباب ان سے کافی گھل مل گئے تھے۔ جرمنی میں انکی واقفیت بھی کافی بن گئی تھی جس سے سرکاری کام بھی با آسانی ہو جاتے تھے۔ مگر ان کو جماعت کے حکم کے مطابق جانا ہی تھا۔ کچھ دنوں بعد میں مکرم فضل الٰہی انوری صاحب فرینکفرٹ پہنچ گئے اور انہوں نے اپنا چارج سنبھال کر کام کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران حالات کچھ ایسے بن گئے کہ مجھے دسمبر 1973 میں پاکستان جانا پڑ گیا گھر سے نکلے تین سال بیت چکے تھے اور گھر کی یاد کافی ستا رہی تھی۔ میرے جانے سے پہلے میرے چھوٹے بھائی عبدالرشید بھٹی جو کہ آجکل ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں جرمنی آچکے تھے۔ پاکستان کراچی میں رہائش تھی۔ پاکستان جانے کے بعد میری شادی ہوگئی مگر دل پاکستان میں پھر بھی نہیں لگتا تھا۔ ایک شور شرابے سے پاک ڈسپلن والے احباب مسجد اور جرمنی کے سنگی ساتھی یاد آتے۔ حالانکہ پاکستان کے ایک بہت بڑے ادارے **IBM** میں نوکری بھی مل گئی تھی مگر قدرت مجھے جرمنی کی طرف کھینچ رہی تھی۔ اسی دوران 1974 کے احمدی مخالف فسادات شروع ہوگئے اور پورے پاکستان کے احمدیوں پر عرصہُ حیات تنگ کر دیا گیا ۔ کئی جگہوں پر احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ زدوکوب اور املاک کے نقصان کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ انہی فسادات کے دوران ہمارے علاقہ کراچی میں بھی احمدی گھروں پر نشان لگ گئے اور خدام اور گھر کے افراد ڈیوٹیاں دینے لگ گئے۔ میرا دل تو پہلے ہی جرمنی کی مسجد اور وہاں موجود اپنے دوستوں بھائیوں کی یاد میں تھا۔ اب یہ پریشانی آن پڑی تو دل نے ٹھان لی کہ اب یہاں رُکنا فضول ہے چلو جرمنی واپس چلو اور بالآخر جون 1974 کو میری فرینکفرٹ واپسی ہوگئی۔ چونکہ میرے پاس ابھی چند دن کا ویزہ باقی تھا اس لئے واپسی میں کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ میرے بعد کچھ اور افراد جرمنی آگئے تھے اور اس دوران مولانا حیدر علی ظفرؔ صاحب بھی جرمنی آگئے تھے۔ انکو پہلے کچھ دن عارضی طور پر فرینکفرٹ اور پھر بعد میں ہمبرگ ٹرانسفر کر دیا گیا تھا۔ جماعت کے افراد کی تعداد اب پہلے سے بڑھ گئی تھی اور مکرم فضل الٰہی انوری صاحب بھی آکر اپنا کام شروع کر دیا تھا ۔ مکرم انوری صاحب نے اب جماعت کے ممبران کو تنظیمی ڈھانچہ میں لانا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے خدام الاحمدیہ کو فعال کیا اور باقاعدہ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے الیکشن کروائے اور (ایک صاحب جنکا اب نام یاد نہیں) صاحب قائد منتخب ہوئے () صاحب ایک سال تک اس عہدہ پر خدمت انجام دیتے رہے اور اپنی استعداد سے بڑھ کر خدمت کی توفیق پائی مگر وہ پھر کینیڈا شفٹ ہوگئے اور آجتک وہیں مقیم ہیں۔ اسکے بعد پھر الیکشن ہوئے اور شوکت پراچہ صاحب نئے قائد منتخب ہوئے اسی دوران 1974 کے حالات کی وجہ سے پاکستان سے مزید احباب جماعت نے جرمنی ہجرت کی اور بالخصوص خدام الاحمدیہ کی تعداد میں مزید اضافہ ہوا جس سے قائد صاحب نے اجلاسات کے ساتھ صحت وجسمانی کی سرگرمیاں بھی شروع کر دی اور فٹ بال والی بال کے جماعتی میچ ہونے لگے۔ نور مسجد کے سامنے والی گراونڈ کرایہ پر لی جاتی اور اسمیں میچ کروائے جاتے اب اتنی تعداد ہو چکی تھی کہ اپنی ہی دو یا دو سے زیادہ ٹیمیں بن جاتی تھیں۔ 74 کے حالات اور احمدیوں پر جو ظلم و ستم ہو رہا تھا احمدی اس صورتحال میں ہجرت پر مجبور تھے اسلئے ہر ہفتہ دو چار نئے احمدی دوست جرمنی آتے رہے اور جرمنی میں جماعت کی تعداد بڑھتی رہی۔ اب جو افراد جرمنی آرہے تھے انکو ٹھہرانے کا مسئلہ تھا کیونکہ جس تعداد میں افراد آرہے تھے ان سب کو مسجد میں ٹھہرانا ممکن نہیں رہا تھا۔ اتنے زیادہ افراد کے آنے جانے سے ارد گرد کے لوگ بھی مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے اور کالے بالوں والے افراد کو بھی مشکوک سمجھنے لگے۔ جب تعداد مزید کچھ بڑھی تو اہل محلہ پولیس کو اطلاع دینے لگے کئی دفعہ پولیس مسجد آتی رہی۔ پہلے پہل تو مکرم انوری صاحب باہر ہی

انکی تسلی کرواکر بھیج دیتے اور پولیس بھی احتراماً" مسجد میں داخل نہیں ہوتی تھی اور مکرم انوری صاحب سے بھی احترام کارویہ اختیار رکھتے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ بھی تنگ نظری پر اتر آئے اور جوتوں سمیت مسجد میں گھس آتے لیکن اللہ کے فضل سے کبھی بھی کوئی احمدی غیر قانونی ان کو نہ ملا۔ ہمارے ایک بہت پرانے دوست مرزا محمود احمد صاحب ہوتے) مرزا محمود نام کے دو افراد فرینکفرٹ میں تھے ایک جن کے والد مکرم مرزاعبدالسمیع صاحب تھے اور دوسرے مرزا محمود صاحب تھے جن کا ذکر چل رہاہے۔ دونوں ہی اب وفات پاچکے ہیں(انکے پاس جرمنی کی پرمانینٹ ریذیڈنس (Aufenthaltserlaubnis) تھی ان کے خلاف کسی غیر احمدی نے پولیس میں جھوٹی شکایت کردی تھی کہ وہ غیر قانونی طور پر جرمنی میں مقیم ہیں اور مسجد میں رہائش رکھی ہوئی ہے۔ پولیس مرزا محمود صاحب کو تلاش کرتی ہوئی مسجد میں آگئی، اتفاق سے مرزا محمود صاحب جو جماعتی کام کافی شوق سے کرتے، مکرم انوری صاحب کے دوست بھی تھے مسجد میں ہی موجود اور جماعتی کام کررہے تھے۔ جب پولیس نے انکا نام پکار کر پوچھا تو انہوں نے فوراً اپنا Ausweis (پاسپورٹ / شناختی کارڈ) نکال کر دکھادیا اور اُلٹا ان سے پوچھا کہ کہاں ہے غیر قانونی بندہ؟ پولیس والے کچھ شرمندہ بھی ہوئے اور اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ اسکے بعد انہوں نے پھر کبھی مسجد کے افراد کو تنگ نہیں کیا۔ مکرم انوری صاحب نے بڑھتی ہوئی تعداد کے باعث پرانے دوست جو یہاں پر پہلے سے مقیم تھے ان سے خواہش کی کہ وہ نئے آنے والوں کو اپنے ساتھ رکھیں یا انکی رہائش کا بندوبست کریں۔ اس طرح نئے آنے والوں کی آبادکاری کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مجھے ایک قابلِ ذکر واقع یاد آگیا جو ایک احمدی کی بے لوث محبت، اخلاص اور ہمدردی کا ہے اسے بھی بیان کرتا چلوں۔ یہ 1975-76 کی بات ہے۔ مکرم انوری صاحب نے نئے آنے والوں کو اپنے گھروں میں اپنے ساتھ رکھنے کی تلقین کی تو فرینکفرٹ زاکسن ھاوزن میں ایک پرانی بلڈنگ ہوتی تھی۔ اسوقت اس بلڈنگ میں چند پاکستانی طلباء رہتے تھے ان میں سے ایک عطاء اللہ چوھدری صاحب تھے انکو جب مکرم انوری صاحب کی خواہش کا علم ہوا تو انہوں نے اس پر لبیک کہتے ہوے چار افراد کو اپنے ہاں ٹھہرانے کا بندوبست کیا۔ ان چار افراد کا کھانا پینا، رہائش، پولیس آفس ویزہ کیلئے لے کر جانا، غرض جملہ ضروریات عطاء اللہ صاحب نے اپنے ذمہ لے لیں اور اس طرح ایک وقت وہ بھی آیا جب 15 بیس افراد اسی بلڈنگ میں عطاء اللہ صاحب کی زیر نگرانی رہتے رہے۔ بعد میں اسی بلڈنگ میں انکی رجسٹریشن بھی ہوئی اور انکے ویزے بھی لگے یہ سلسلہ کافی لمبے عرصہ تک چلا۔ مکرم عطاء اللہ صاحب ہر نئے آنے والے کا خرچہ اٹھاتے اسکی ضروریات کا اسوقت تک خیال رکھتے جب تک وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہوجاتا۔ مکرم عطاء اللہ صاحب نے ان دوستوں کو کام بھی تلاش کرکے دیا، اسوقت زیادہ تر کام اخبار ڈالنے کا ہی تھا۔ اس سے نئے آنے والے دوستوں کے اخراجات نکلنے لگتے اور آہستہ آہستہ وہ سیٹ ہوتے جاتے۔ اللہ تعالیٰ مکرم عطاء اللہ صاحب کو اسکا بہت زیادہ اجر دے غرض انہوں نے نئے آنے والوں کیلئے جس طرح کا نمونہ پیش کیا وہ شاذ ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ اسوقت نئے آنے والوں کیلئے کام کی تلاش ایک مشکل مرحلہ تھا۔ نیا دیس اور زبان سے ناواقفیت تھی۔ اس وقت مکرم امام مسعود احمد جہلمی صاحب نے مرزا منصور احمد صاحب جو کہ مرزا عبدالحق صاحب ایڈوکیٹ کے بیٹے تھے انہیں اور دو دوسرے دوستوں مکرم اسلم حیات پراچہ صاحب کو نئے آنے والے دوستوں کو کام پر لگوانے کیلئے کہا۔ اسوقت بھی Frankfurter Rundschau بہت مشہور اخبار ہوا کرتا تھے اس کا کام تھا۔ یہ کام بھی صرف اسٹوڈنٹس کو ملتا تھا اور ہم نے مختلف اسکولز میں تب تک داخلے لے لئے تھے۔ ہم سے پہلے یہ کام ایرانی اسٹوڈنٹس کرتے تھے وہ یہ کام چھوڑ رہے تھے تو ان سے ہمیں مل گیا۔ غرض اسوقت جن دوستوں کے ساتھ ملکر یہ کام کیا انکے نام جہاں تک مجھے یاد ہیں۔ ان میں اسلم حیات پراچہ صاحب، شوکت حیات صاحب مرزا منصور صاحب، ملک مسیح الدین صاحب، عرفان احمد خان صاحب اور خاکسار ہم سب اخبار بیچنے والوں میں شامل تھے۔ ہم نے کام کو عار نہیں سمجھا اور الحمد للہ سخت محنت سے بھی نہیں گھبرائے۔ نتیجۃً ہماری آمدن کا معقول بندوبست ہوجاتا جس سے ہم جماعتی چندہ جات دینے کے بھی قابل ہوگئے۔ مکرم انوری صاحب نے تحریک کی تھی کہ جو دوست پرانے

رہائشی ہیں وہ نئے آنے والوں کو ٹھہرائیں تو خاکسار اسوقت فرینکفرٹ، ہوف سٹراسے (Hofstraße) میں رہتا تھا اور میرے پاس تین کمروں کی رہائش تھی۔ اس میں خاکسار کے علاوہ مکرم اسماعیل خالد صاحب، قاضی مبارک صاحب، رشید بھٹی صاحب جو کہ میرے چھوٹے بھائی ہیں اور مسیح الدین صاحب جنکی رہائش تو ہمارے ساتھ نہیں تھی مگر وہ سارا وقت ہمارے ساتھ ہی گزارتے تھے۔ چونکہ ہمارے پاس تین کمروں کی رہائش تھی اور ابھی کافی جگہ خالی تھی تو میں نے مکرم انوری صاحب کو تین چار احباب کی رہائش کی ذمہ داری قبول کرنے کا کہہ دیا۔ اسی دوران اسماعیل خالد صاحب ایک دفعہ پاکستان سے ہو آئے تھے اور ربوہ میں اپنے دوستوں کو یہ آفر دے آئے تھے کہ جب بھی جرمنی آنا ہو تو رہائش ہمارے پاس رکھ سکتے ہو۔ اسلئے ہماری رہائش گاہ پر بھی کافی دوستوں کو رہائش کی خدمت پیش کرنے کی توفیق ملتی رہی اور کافی لمبا عرصہ تک اس خدمت کی توفیق ملی۔ ابتدائی دور میں جو دوست ہمارے پاس ٹھہرے ان میں حامد شاہ صاحب جو کہ بیلجئیم میں ہیں اور کافی لمبا عرصہ امیر بیلجئیم بھی رہے، دوسرے نعیم احمد شاہ صاحب جو بعد میں ہمبرگ چلے گئے تھے۔ جرمن لڑکی سے شادی کی پھر انگلینڈ چلے گئے اور وہاں چند سال پہلے فوت ہوئے۔ انکے علاوہ خواجہ برادران بھی کچھ عرصہ کیلئے ہمارے پاس ٹھہرے۔ انکے علاوہ بھی چند دوست تھے جنکا نام میں بھول گیا ہوں اور یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا دوستوں کو اپنے پاس رہائش کی خدمت دینا انہیں پولیس اسٹیشن لے کر جانا ان کی انمیلڈنگ (Anmeldung) کروانا یہ سب ہماری ذمہ داری میں شامل تھا۔ پھر ایک ایسا وقت بھی آیا جب فرینکفرٹ کی گنجائش سے بھی زیادہ تعداد میں احباب جماعت جرمنی آنے لگے تو مکرم فضل الٰہی انوری صاحب نے فیصلہ کیا کہ اب احباب کو دوسرے شہروں میں بھجوایا جائے سب سے پہلے آٹھ افراد پر مشتمل گروپ جس میں نعیم احمد شاہ صاحب اور داؤد چوہدری صاحب کے علاوہ چھ افراد تھے انہیں ہمبرگ بھیجا گیا۔ اسکے بعد آٹھ افراد پر مشتمل دوسرا گروپ کولون بھیجا گیا۔ نئے شہروں میں جانے والے دوستوں کو شروع شروع میں تو کافی مشکلات پیش آئیں جن کا ذکر وہ جب ملاقات ہوتی تب کرتے مگر آہستہ آہستہ مشکلات دور ہوتی گئیں اور ہر جگہ جماعت کے پاؤں جمنے لگے۔ اس دوران جب زیادہ تعداد میں احمدیوں کی آمد شروع ہوگئی تو پولیس نے خود ہی نئے آنے والے افراد کو دوسرے شہروں میں ٹھہرانا شروع کر دیا۔ اب اس جگہ اسائیلم کا ذکر بھی کرتا چلوں۔ یہ مکرم انوری صاحب کی کوشش تھی جو اللہ تعالیٰ نے جماعت کے افراد کے لئے خلیفۂ وقت کی دعاؤں کو قبول فرما کر انوری صاحب کے ذریعہ یہ سہولت بہم پہنچائی۔ یہ راستہ سب سے پہلے مکرم انوری صاحب کے ذریعہ ہی جماعت کے لئے کھلا۔ پہلے پہل کسی کو بھی اسائیلم کے بارے میں پتہ نہیں تھا پھر چند فلسطینی نوجوان مسجد نماز پڑھنے آئے اسوقت فرینکفرٹ میں ایک ہی مسجد تھی اور غیر احمدی بھی نماز پڑھنے آجاتے تھے کیوں کہ انہیں علم ہی نہیں تھا کہ یہ مسجد احمدیوں کی ہے۔ صرف مسجد دیکھ کر آجاتے تھے یہ مختلف ممالک کے تھے۔ جو سب امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور انہی میں فلسطینی بھی تھے۔ ان فلسطینی نوجوانوں نے امام صاحب کو بتایا کہ ہم نے اسرائیلی مظالم کے خلاف یہاں اسائیلم لیا ہوا ہے کیوں کہ یہاں پر یہ قانون ہے کہ ہر وہ شخص جس پر ظلم ہو رہا ہو وہ یہاں پر سیاسی پناہ لے سکتا ہے اور اسے پرمانینٹ ریذیڈنس (Aufenthaltserlaubnis) مل جاتی ہے۔ ان فلسطینی نوجوانوں کی بات سن کر مکرم انوری صاحب نے بھی احمدیوں کیلئے اسائیلم اپلائی کروانے کا فیصلہ کر لیا۔ لہٰذا انہوں نے سب سے پہلے یہ تجربہ مرزا خلیل احمد صاحب جو مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا کے صاحبزادے کی درخواست کے ذریعہ کیا، یہ کوشش کامیاب رہی اور انکو اسائیلم مل گیا۔ اسکے بعد مکرم انوری صاحب نے یہ طریقہ مرزا محمود صاحب اور چند دوسرے دوستوں پر آزمایا اور اس میں بھی کامیابی ہوئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ وسعت اختیار کرتا چلا گیا اور جماعت احمدیہ کی تعداد جرمنی میں بڑھتی چلی گئی۔ شہر شہر میں مساجد کے ساتھ ساتھ تنظیموں اور مجالس کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ مکرم انوری صاحب نیک تقویٰ شعار اور خلافت کے شیدائی تھے۔ انکی چند تصانیف بھی ہیں جو انکی علمی قابلیت کا ثبوت ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب جرمن بول چال کی ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا کتابچہ ہے جس میں آسان

جرمن بول چال اردو میں سکھائی گئی ہے ۔یہ ناصرف جماعت کے افراد بلکہ دیگر پاکستانیوں میں بھی کافی مقبول ہوئی۔ مکرم انوری صاحب جب دوسری معیاد پوری کرکے جانے لگے تو انہوں نے نور مسجد میں الوداعی تقریر کی وہ آجتک مجھے یاد ہے۔وہ پاؤں کے نیچے ایک موڑھا رکھ کر کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھ کھڑے کر کے حلفیہ بیان دیا کہ جب میں نے جرمنی مشن کا چارج لیا تو اسوقت مشن کا یہ بجٹ تھا اور آج جب میں جارہاہوں تو یہ بجٹ چھوڑ کر جارہاہوں۔انہوں نے سلسلہ کی کامیابی پر ایمان کا ایسا یقین دلایا جس کا آج تک ہمارے دلوں پر گہرا اثر ہے۔ مکرم انوری صاحب بڑے منکسر مزاج انسان تھے کبھی بھی اپنی بڑائی بیان نہیں کی۔ ایک بہت بڑی ذمہ داری کو انہوں نے خوبی کے ساتھ نباہا اور انکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بڑا فائدہ پہنچایا تھا مگر انہوں نے کبھی تفاخر سے اسکا ذکر نہیں کیا۔خاموش طبع ملنسار اور ہلکی مسکراہٹ رکھنے والے انسان تھے۔ انہیں یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ وہ ٹی آئی کالج قادیان کے پہلے اسٹوڈنٹ بھی تھے ا۔نکی علمی قابلیت کے لوگ آج بھی مداح ہیں اللہ تعالیٰ نے مکرم انوری صاحب کو حج کی توفیق بھی عطا کی تھی ۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور اپنی مغفرت کے سایہ تلے ڈھانپ لے۔ آمین

🚲 🚲

The following is an email message from Syed Ilyas Bashir Ahmd, an old student, a former manager of PIA in Holland to Prof. Dr. Mohammad Sharif Khan.

From: "S.I.B. Ahmed" <sib.ahmed@upcmail.nl>
Date: 3 August 2021 at 19:40:50 GMT+2
To: "Prof Muhammad S. Khan" <typhlops99@outlook.com>
Subject: Re: talimul islam college say wabastgi.pdf

AssalamoAlaikum,

It's a timely reminder to fulfill an indispensable obligation. TICOSA Germany is doing a remarkable job in this regard. Our patron and mentor Hameed Ahmed Chaudhry Saheb (may Allah grant him health and a long and active life) under the divine guidance of Hazrat Khalifat ul Masih took this initiative, then raised it to new heights where it is making significant contribution to the program. I am sure the program that was founded by none other than The Promised Messiah (as) and nurtured by his prayers would continue to flourish and enlighten the world thru the educated Ahmaddiyya youth!!

Meantime, with kind regards,

Ilyas

رکھے جو درد اوروں کا وہ دل غمخوار ہوتا ہے
نکل جاتی ہیں جب سانسیں بدن بیکار ہوتا ہے
ہزاروں زخم سہہ کر بھی بھرم رہتا ہے انساں کا
چھلک جاتے ہیں جب آنسو تو دل لاچار ہوتا ہے
کسی کو پا کے بج اٹھتی ہے شہنائی محبت کی
کسی کو الوداع کہہ کر یہ مَن بیزار ہوتا ہے
کسی کی یاد کو دل میں سجا کر جی تو لیتے ہیں
کسی کو بھول کر جینا بہت دشوار ہوتا ہے
ہزاروں آندھیاں نفرت کی اٹھیں بھی تو کیا حاصل
ازل سے تا ابد الفت سے بیڑا پار ہوتا ہے
اَنا ہو جس کو پیاری، ہو گھمنڈ جس کا بلندی پر
ہمیشہ بے مراد ہو کر ذلیل و خوار ہوتا ہے
منیرِؔ ناتواں کر آبیاری اپنے اشکوں سے
درختِ عشق تب جا کر گُل و گلزار ہوتا ہے

(منیرؔ احمد باجوہ۔ مہدی آباد)

عمر گزری ہمیں اس بات کا عرفاں ہوتے
فِکرِ دُنیا ہمیں یوں ہی رہی، رحماں ہوتے
ہم وفا کرنے کا وعدہ ہی اگر کر پاتے
ہم کہیں اور نہ جاتے ترے مہماں ہوتے
صبر کرنا تو ہمیشہ، ہمیں عادت ٹھہری
پُورے اُس نے بھی کئے ظلم کے ارماں ہوتے
ہجر میں ہم نے گزاری ہیں جو مشکل گھڑیاں
تُو جو ہوتا تو کوئی درد کے درماں ہوتے
آرزو اور نہیں کوئی رہی دل میں اب
تُو جو آتا تری دعوت کے بھی ساماں ہوتے
بے پتہ تیری محبت کا اثر ہوتا ہے
ورنہ بے ساختہ یوں لوگ نہ قرباں ہوتے
طارقؔ اب اور کہیں ڈھونڈ ٹھکانہ اپنا
بھیڑ میں رہ کے نہیں سوچ میں غلطاں ہوتے

(ڈاکٹر طارقؔ انور باجوہ۔ لندن)

ہمبرگ میں منعقد ہونے والی ایک گرل پارٹی کے چند مناظر

مجلس طلبائے قدیم تعلیم الاسلام کالج

جیسا کہ محترم پرنسپل صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی طرف سے قبل ازیں اعلان ہو چکا ہے کالج کے طلبائے قدیم کی تنظیم نو کا کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ میں اس اعلان کے ذریعے ان تمام طلباء سے جو اس ادارہ سے فارغ التحصیل ہیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے مکمل کوائف سے خاکسار کو آگاہ کریں تاکہ انہیں باقاعدہ رکن بنایا جا سکے توقع ہے کہ امسال جلسہ سالانہ کے موقع پر طلبائے قدیم کا کنونشن بھی ہوگا اس لئے میں طلبائے قدیم سے فوری توجہ کا طلب گار ہوں۔

اس طرح جن طلباء کو پہلے رکنیت فارم بھجوائے جا چکے ہیں ان سے بھی درخواست ہے کہ وہ ازراہ کرم اولین فرصت میں فارم پر کر کے واپس ارسال فرمائیں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(ڈاکٹر) ناصر احمد پرواز ی ایم اے پی ایچ ڈی معتمد اعزازی

الفضل۔ 11۔ دسمبر 1969

کلام محترم ابنِ آدم

یکم مارچ 1937 کو ضلع لدھیانہ میں پیدا ہونے والے، شاعر ابنِ آدم قیام پاکستان کے بعد پہلے لاہور آئے اور پھر جہلم 1958 تک رہنے کے بعد آپ نے راولپنڈی میں سکونت اختیار کی۔ ریٹائر ہونے تک آپ اردو اور اسلامیات کے استاد رہے۔ آپ کا منظوم کلام مقامی روزناموں کی زینت بنتا رہا ہے۔ اسیر راہِ مولا رہ چکے ہیں۔ ذیل میں ان کا کلام احباب کی نظر ہے۔

کفر کا دم بھرو سب کو کافر کرو، قوم کے مفتیو! عالمو! فاضلو!
آپ کے ہاتھ سے دیکھو بچ نہ سکے، ایک بھی کلمہ گو عالمو! فاضلو!

بیٹھو بیکار مت، فرقہ سازی کرو، جتنا ممکن ہو شیطاں کو راضی کرو
تم جو ہو کام کے، دین اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کرو، عالمو! فاضلو!
روک دو رہبری کے سبھی راستے، کوئی پیدا نہ ہو قوم کے واسطے
آئے نہ عرش سے، دیکھنا فرش سے کوئی ظاہر نہ ہو، عالمو! فاضلو!
تنگ اس پر کرو عرصۂ زندگی، اپنا مامور بھیجے خدا جو کبھی
سوئے جب قبر میں، مت رہو صبر میں، اس پہ سجدے کرو، عالمو! فاضلو!
ناچ گانے مزاروں پہ ہوتے رہیں، اولیاء سب تہہ خاک روتے رہیں
شرک پھلتا رہے، پیٹ پلتا رہے، قبر کے تاجرو! عالمو! فاضلو!
سیّد الانبیاء دفن زیرِ زمیں، ابنِ مریم کا مسکن ہو عرشِ بریں
تم کو حیرت نہیں کوئی غیرت نہیں، عقل کے دشمنو! عالمو! فاضلو!

اپنی قسمت میں ہو اسرائیلی نبی، ظلم امت پہ ایسا نہ ہو گا کبھی
وہ نہیں آئے گا، وہ نہیں آئے گا، اپنا سر پیٹ لو، عالمو! فاضلو!

مہدی وقت دنیا میں آیا تو ہے، وہ ثریّا سے ایمان لایا تو ہے
تم نے جھٹلا دیا اس کو ٹھکرا دیا، اب بھٹکتے رہو عالمو! فاضلو!

خوں بہاتے رہو دین کے نام پر، لوٹ لو مال و اسباب ہر گام پر
کوئی در نہ بچے، کوئی گھر نہ بچے، پھونک دو پھونک دو، عالمو! فاضلو!

غلبۂ دین کی آ گئی عید بھی، اور مغرب سے نکلا ہے خورشید بھی
آس ٹوٹی نہ ہو، آنکھ پھوٹی نہ ہو ایم ٹی اے دیکھ لو، عالمو! فاضلو!

کیسی اسلام پہ یہ گھڑی آ گئی، میں نے کلمہ پڑھا ہتھکڑی آ گئی
کیا یہ آئین ہے، خدمت دین ہے، بولو حق دشمنو، عالمو! فاضلو!

نام لینا خدا کا یہاں جرم ہے، ہم وہاں ہیں جہاں کہ اذاں جرم ہے
دین کے نام پر، جھوٹے الزام پر، ہم سے جیلیں بھرو، عالمو! فاضلو!

اس کو خوراک آب و ہوا نہ ملے اور مرنے لگے تو دوا نہ ملے
ابن آدم کا سر کھینچ دو دار پر، وقت کے قاضیو! عالمو! فاضلو!

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

تعلیم اسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کے زیرِ انتظام

Grillpartyکا پروگرام

مورخہ 12 ستمبر 2021 کو ٹکوسا کے زیرِ انتظام ایک گرل پارٹی ہوئی۔ یہ پروگرام اللہ تعالی کے فضل سے بہت کامیاب رہا جس میں حاضرین کی تعداد 37 تھی۔ بہت سے ممبران 40-50 کلومیٹر کے فاصلہ سے آئے تھے۔ خاص طور پر مکرم محمود سلیمان صاحب اپنے بیٹے کے ہمراہ 150 کلومیٹر سے شامل ہوئے۔ اسی طرح مکرم عبدالرزاق ڈوگر صاحب 40 کلومیٹر سائیکل کا سفر کرکے شامل ہوئے۔ 4 ممبران کئی سالوں کے بعد ایسوسی کے پروگرام میں شامل ہوئے۔ اس پارٹی کے لئے مکرم رفیق احمد صاحب نے ناصرف اپنا گارڈن پیش کیا بلکہ اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر بہت محنت سے تیاری کی اور مہمانوں کی بہت پُر تکلف دعوت کر کے لاہور کی Food Street کی یاد تازہ کردی۔ اللہ تعالی آپ کو جزا خیر دے۔ دیگر بھائیوں کو علاوہ موقعہ پر خدمت کے بھی مالی معاونت کی توفیق ملی۔ کام کو نباہنے کے لئے مکرم شکیل احمد صاحب اور مکرم عطاء العزیز صاحب کے ساتھ مکرم مجید احمد صاحب کا تعاون بے مثال تھا۔ اللہ تعالی سب کو جزائے خیر دے۔

اس پروگرام سے محظوظ ہونے کے بعد تمام دوستوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آئندہ ایسے پروگرام باقاعدگی سے منعقد ہونے چاہییں۔ Grillparty کے اختتام پر مکرم صدر صاحب ایسوسی ایشن نے ممبران کا شکریہ ادا کرتے ہوئے طلبہ کے لئے سکالرشپ فنڈ اور افریقہ سکول فنڈ میں شامل ہونے والوں کے ناموں کا اعلان کیا۔

یاد رفتگان کی سلسلے میں پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب مرحوم کا کلام بزبان پروفیسر صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی ریکاڈنگ سنائی گئی جس کے بعد نماز ظہر و عصر کی باجماعت ادائیگی ہوئی۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی بنصرہِ العزیز کا خطاب بر موقع اجتماع انصار اللہ یو کے سننے کے بعد اجتماعی دعا میں شرکت کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

استاذی المکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد نے باوجود اپنی علالت طبع کے پروگرام میں شمولیّت فرمائی اور پروگرام میں موجود ایسوسی کے ممبران کو انکے فرائض کی طرف توجہ لائی اور اپنے پروگراموں میں اپنے بزرگوں کی یادوں اور ذکر خیر پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ آخر پر آپ نے اختتامی دعا کروائی۔

دوست اس تمنا کے ساتھ رخصت ہوئے کہ ان شاء اللہ جلد اگلے پروگرام میں ملاقات ہوگی۔

شیخ منصور احمد

جنرل سیکریٹری

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

(اس گرل پارٹی کی تصویری یادیں اور تاثرات اگلے صفحات پر ملاحظ فرماسکتے ہیں)

[15.9.2021,11:05] Doger Sahib: مکرم و محترم عبد الغفور ڈوگر صاحب

صدر Ticosa جرمنی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے بفضلہٖ تعالیٰ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے Pandemic کے بعد پہلی مرتبہ Ticosa کے تحت اس شاندار گرل پارٹی میں شمولیت کا موقع ملا۔ الحمدللہ تمام انتظامات بہت اعلیٰ تھے ڈھونڈنے سے بھی کوئی خامی نہیں ملی۔ بہت مزہ آیا۔ ہم تو قریباً ساڑھے بارہ بجے کے قریب پہنچ گئے تھے شاید سب سے پہلے آنے والے ہم ہی تھے اس لئے مکرم رفیق صاحب سے کافی لمبا چوڑا تعارف ہؤا بہت خوش مزاج اور نفیس طبیعت کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔

آپ کی رپورٹ سُن کر بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ ہماری ان حقیر کاوشوں کو قبول فرمائے اور آئندہ بھی اور ہماری نسلوں کو بھی اسی طرح خدمتِ انسانی کی توفیق عطا کرتا چلا جائے آمین ثم آمین۔

اسی طرح مکرم افضل صاحب نے بھی ساری کاروائی کو اپنے کیمرے کی مدد سے بہت احسن رنگ میں محفوظ کیا اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔

میری طرف سے آپ کو اور آپ کی وساطت سے تمام Ticosa کے ممبران کو محبت بھرا اسلام اور درخواست دُعا

والسلام

خاکسار

محمود سلیمان

[15.9.2021,11:05] Doger Sahib: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں نہایت مشکور ہوں اور تہہ دل سے آپ اور آپ کے تمام رفقاء کار کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے آج دوستوں سے ملاقات کا موقعہ بہم پہنچایا۔ جزاکم اللہ

بہت اچھا پروگرام تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ اور آپ کے رفقاء ہمیشہ قربانی کرکے ایسے مواقع پیدا کرتے رہتے ہیں جس سے میل ملاپ اور تنظیم کے کاموں میں بہتری پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح فنڈ میں ادائیگی میں دلچسپی بڑھتی ہے۔ ہر لحاظ سے اس بہترین پروگرام کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور میزبانی کے اور سپانسر کیلئے بھائیوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے نفوس اور اموال میں برکت عطا فرمائے۔

والسلام

خاکسار۔ محمد اسحاق اطہر

Doger Sahib[15.9.2021,11:05]

السلام علیکم

میرا آنا ناممکن ہو گیا تھا۔بہر حال تصویریں بہت زبردست تھیں۔ماشاءاللہ

(رفیق الرحمان)

Doger Sahib[15.9.2021,11:05]

برادرم مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب صدر(TICOSA) جرمنی! ۱۲ ستمبر کو (TICOSA) کے زیر انتظام مکرم رفیق صاحب کے دولت خانہ پر جو گرل پارٹی کی گئی وہ ہر لحاظ سے لاجواب تھی۔اسکو تیار کرنے والی ٹیم بھی باکمال تھی۔انھوں نے بہت محنت اور مہارت سے تمام نعمتیں تیار کیں اور دوست احباب کو بڑے آحسن اور عمدہ طریق سے پیش کیں۔ایک محتاط اندازے کے مطابق تین درجن سے زائد شاملین نے شرکت کی اور اس گرل پارٹی کا لطف اور حظ اُٹھایا۔کچھ دوست فوری مجبوری اور دیگر مصروفیات کے باعث شرکت نہ کر سکے مگر ان میں اکثریت کی بروقت معذرت انکے احساس ذمہ داری کا ثبوت ہے۔میزبانوں اور مہمانوں نے اپنے اپنے فرائض بخوبی انجام دئے۔یعنی میزبانوں نے گرم گرم تیار کردہ نعماء مہمانوں کو پیش کیں اور مہمانوں نے بھی خوب مزے لے لے کر ان تمام نعمتوں پر ہاتھ صاف کیئیے۔گرل پارٹی کے اختتام پر صدر صاحب کی درخواست پر استاذی المکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب نے مختصر طور پر(TICOSA) کے بنیادی مقاصد کی طرف ممبران کو توجہ اور یاد دہانی کرائی۔آخر میں مکرم چوہدری محمد علی صاحب کی رَب کے حضور مناجات آدھی رات والی نظم مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی آواز میں سنائی گئی جس سے دونوں مرحومین اساتذہ کی بے شمار شفقتیں اور یادیں تازہ ہو گئیں۔اس طرح اس حکم کی کہ "اپنے مرحومین کا ذکر خیر کیا کرو" کی بھی تعمیل ہو گئی۔آخر میں صدر صاحب نے سب احباب یعنی میزبانوں اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔دعا کے بعد گرل پارٹی ختم ہوئی۔

مکرم صدر صاحب!۔آپ ہر لحاظ سے دِلی مبارک باد کے مستحق ہیں۔کرونا کے باعث ساری دنیا میں جو جمود کی کیفیت طاری ہے اسمیں یہ کھلی ہوا اور فضا میں گرل پارٹی تازہ ہوا کے جھونکے سے کم نہیں۔اللہ آپکو بہترین جزا دے۔آمین۔

والسلام

محتاج دعا نصیر احمد

آپ سب کی حوصلہ افزائی کا بہت بہت شکریہ

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔خاکسار آپ سب بھائیوں کے تعاون کا دِلی مشکور ہے۔

عبدالغفور ڈوگر،صدر ٹکوسا جرمنی

TICOSA Party
12.09.21&member
introduction part2

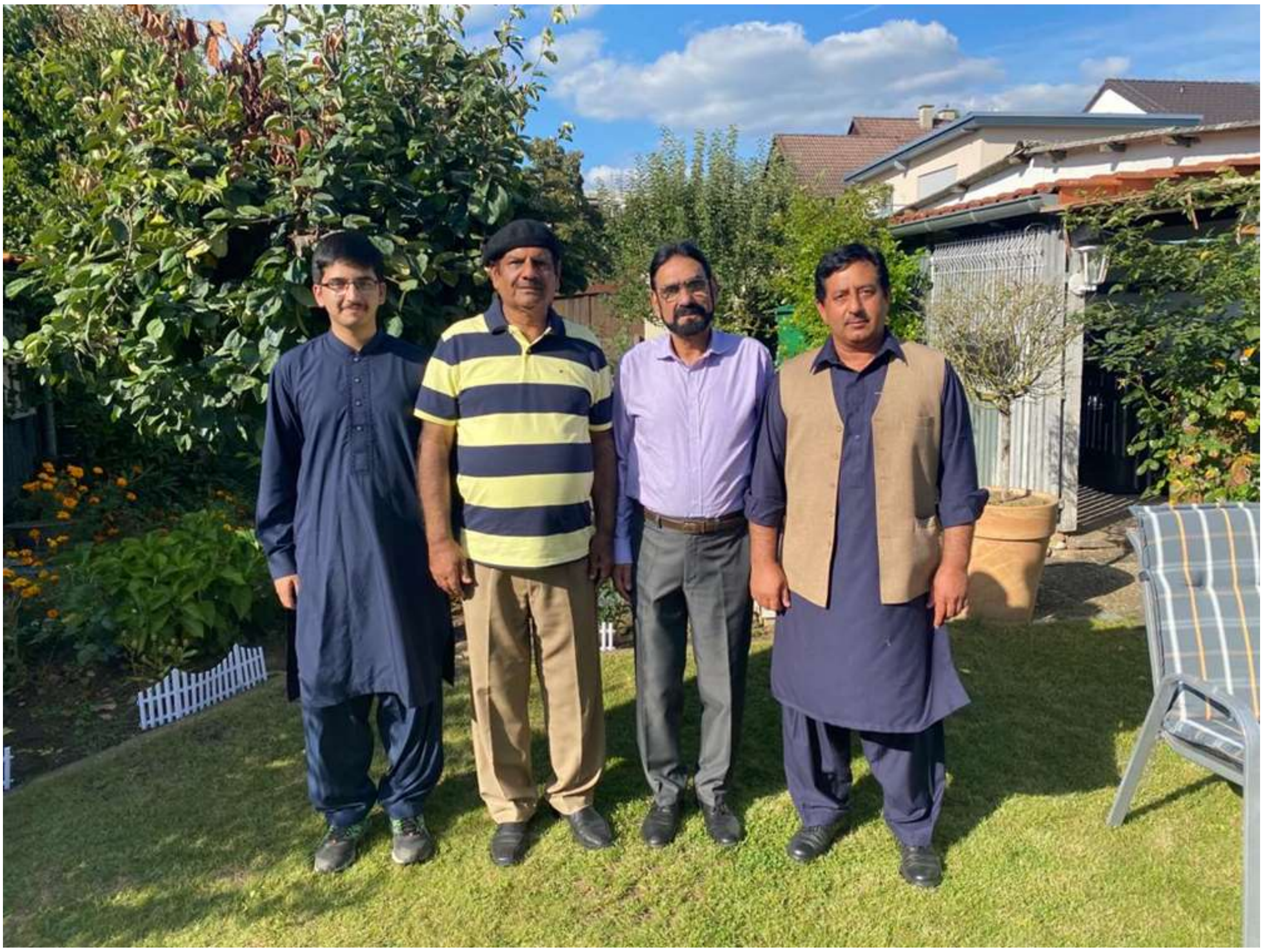

اس میں اپنی فوٹو خود تلاش کریں

جمعۃ الوداع اور عید الفطر کی نماز کے مجرم

(مکرم شیخ لئیق احمد صاحب۔ براَمپٹن کینیڈا)

فیصل آباد میں ریل بازار پولیس چوکی کے سامنے میری آٹو پارٹس کی دوکان تیس مئی چوہتر کو جلائی گئی تھی۔اب پھر مئی کا ہی مہینہ تھا۔۲۵ مئی ۱۹۸۸ کو دوپہر حسب معمول سکول سے بچیوں کو لے گھر آیا۔ کھانا کھا رہا تھا کہ دوکان سے فون آیا کہ کسی کا پیغام ہے کہ آپ دوکان پر آنے کی بجائے فوراً" کچہری میں شیخ صاحب (میرے مربی و محسن محترم حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر مرحوم امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد) کے چیمبر میں پہنچیں۔ سمجھ سے بالا تر تھا ۔بہر حال کچہری پہنچا تو پتہ چلا، جمعۃ الوداع اور عید الفطر کی نمازوں کی ادائیگی کے جرم میں معروف احباب جماعت احمدیہ کی گرفتاری کے لئے پولیس چھاپے مار رہی ہے۔کچھ دوست گرفتار کئے جا چکے لیکن جو نامزد بچے ہیں ان کی ضمانت قبل از گرفتاری کروانے کے لئے بلوایا گیا ہے اور یہ گھناؤنا جرم کرنے والے خوش قسمتوں میں میں بھی شامل ہوں، اور وقت تنگ ہے۔ شکر خدا کہ ہم چند کی ضمانت ہو گئی گو اگلے دن کے لوکل اخبارات میں میرا نام گرفتار شدگان کی فہرست میں شامل تھا۔مدعی مقدمہ کا نام دیکھا تو امیر جماعت احرار پاکستان مولانا عبید اللہ احرار مرحوم کے صاحبزادہ اور موجودہ امیر احرار (یاد نہیں کے پاکستان بھر کے یا صرف مقامی) سیف اللہ احرار کا تھا۔

مولانا عبید اللہ احرار کا گھر ۱۹۵۵ میں دفتر میونسپل کمیٹی سرکلر روڈ کے سامنے یا پچھلی گلی میں تھا اور ان دنوں وہیں قائم ایک شیل آئل ایجنسی میں کچھ دیر شراکت کے دنوں بڑے بھائی رفیق احمد کی ان کے ہم عمر سیف اللہ سے خاصی دوستی ہو چکی تھی اور ساٹھ کی دہائی سے ستر کی دہائی کے اوائل تک جب ان کے دو یا تین بی ایم سی ٹرک تھے یہ مجھ سے ان کے لئے پارٹس کی خریداری کے لئے ہر دوسرے چوتھے دن تشریف لانے والے مہربان گاہک تھے۔(مولانا عبید اللہ بھی شروع میں چند مرتبہ آئے) ادھار بھی لیتے، وقت پر ادائیگی ہوتی، چائے پانی بھی چلتا اور گپ شپ بھی ہوتی۔

مقدمہ شروع ہوا۔ ہر پندرہ دن بعد تاریخ ہوتی۔ صبح پہنچتے۔ سہ پہر تک بیٹھتے۔ تاریخ پڑ جاتی۔ کبھی جج صاحب ندارد، کبھی بائیس مجرموں میں سے ایک آدھ غائب۔ ایک آدھ تاریخ پر سماعت بھی ہو جاتی۔ جج صاحب جواں عمر اور جنرل ضیاء الحق کے بڑے معتقد، قرآن مجید کے حوالے اور آیات پڑھنے والے۔ سیف اللہ مجھے بہت اچھی طرح ملے اور باتوں باتوں میں صاف بتا گئے "یار مجھے تو پتہ بھی نہیں اس کہانی کا، میں تو عرصہ سے امین پور بازار سے گزرا ہی نہیں۔ یونہی جماعت کے عہدیداروں نے مجھ سے مدعیت ڈلوا دی"

جب کیس بڑھا تو گواہی اور شناخت کے وقت سیف اللہ کو میرا نام تو یاد نہ آیا، میرے بڑے بھائی اور دوکان کے نام رفیق اینڈ برادرز کے کے حوالے سے بجائے لئیق کے رفیق بتا گئے۔ تمام گواہ ایک آدھ کے سوا شائد ہی کوئی نام صحیح بتا سکے۔ ادھر سب کو وکیل نذیر چٹھہ صاحب کی جرح کے جواب میں تسلیم کرنا پڑا کہ نمازیں سڑک پر دونوں طرف قناتیں لگا کر ادا کی گئی تھیں اور باوجود ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر دیکھنے کے بھی (سیف اللہ سب سے دراز قد تھے) اتنی اونچی قناتوں کے اندر نمازیوں کو پہچان تو کیا دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ جج دو بدل چکے تھے۔ ایک مرتبہ کئی

تاریخوں کے بعد سیف اللہ احرار نظر آئے تو بہت غمگین اور افسردہ نظر آئے۔میں نے پوچھا تو بتایا کہ ان کا اکلوتا جوان بیٹا حادثہ میں وفات پا چکا ہے۔ان کی گفتگو صاف غمازی کر رہی تھی کہ ان کا دکھ ان کو یہ بھی احساس دلا چکا ہے کہ ان کو سزا ملی ہے۔خود ہی کہنے لگے،اب میں تو دوبارہ اس مقدمے کی پیروی کے لئے آنے سے رہا۔مجھے دھکے سے پھنسانے والے آتے رہیں۔مقدمہ کی کاروائی بھی بظاہر کوئی باقی نہیں۔شائد بحث اور فیصلہ ہی رہ گیا ہے۔

کوئی سال بھر ہم ملزمان مزید عدالت میں دھکے کھاتے رہے۔اب پہلے والے جج صاحب دوبار تعینات ہو چکے تھے۔ایک روز ایک عدالتی کارکن کے ذریعہ پتہ چلا کہ جماعت احمدیہ کے کینسر کو ختم کرنے کے دعویدار جنرل ضیاء الحق کے اس سچے پیروکار ان جج صاحب کی ہمشیرہ کی شادی ہے۔کیس میں تو کچھ ہے نہیں،مگر مولویوں کے ڈر سے فیصلہ نہیں سنایا جا رہا۔اگر جہیز کے لئے کچھ مدد ہو جائے تو چُپ چپاتے فیصلہ سنا دیا جائے گا۔سلامی بھیج دی گئی اور یوں پونے چار سال ہم نے تقریباً ہر دوسرے ہفتہ ایک کاروباری دن ضائع کیا۔اس دوران ہارٹ اٹیک کی وجہ سے چند ماہ مجھے حاضری سے استثناء بھی رہا۔بیٹے کے غم میں سیف اللہ احرار بھی جلد ہی خدا کے حضور حاضر ہو گئے اور دوبارہ ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔سیف اللہ کی راجہ چوک یا شائد محمدی چوک ریل بازار میں تکون نما چھوٹی سی صرافہ کی دوکان تھی۔میرا اندازہ ہے کہ ان کو صرف عبید اللہ احرار کا بیٹا ہونے کی وجہ سے سربراہ جماعت کا عہدہ ملا تھا۔اور ان کی تعلیمی قابلیت واجبی اور مذہبی علمیت شائد ہی کچھ ہو جب کہ ان کے والد محترم بھی باوجود احرار کے سربراہ ہونے اور خاصے پڑھے لکھے اور بارعب معزز شخصیت رکھنے والے شریف النفس اور دھیمی طبیعت والے ہی نظر آئے۔پاکستان میں گزری زندگی جانے کیا کیا کہانیاں لئے ہوئے ہے۔اب کبھی شب تنہائی گزری ہوئی دلچسپیاں سامنے لاتی ہے تو ایسے ایسے وارداتیں اور حادثے بھی دلچسپ افسانے بن سامنے آ جاتے ہیں۔پچھلے ہفتہ گھر میں پڑے ڈاکہ کی داستان دہراتے یہ افسانہ بھی تصور میں ابھر آیا۔

نوائے وقت کا ایک کالم: تاریخ یا افسانہ؟

از ابونائل۔ 29 ستمبر 2021۔ بشکریہ ہم سب

روزنامہ نوائے وقت کی 26 ستمبر 2021 کی اشاعت میں مکرم محمد اکرم چوہدری صاحب کا کالم "سائرن" شائع ہوا اور اس روز کے کالم کا عنوان ہے "کچھ باتیں تاریخ کی"۔ یہ کالم دراصل کسی صاحب کا خط ہے جو کہ مکرم چوہدری محمد اکرم صاحب کو لکھا گیا ہے۔ لیکن کسی وجہ سے خط لکھنے والے کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ ان گمنام صاحب کو یہ خط لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، اس کی وضاحت انہوں نے خود ہی اس خط کے آخر میں فرما دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اگر اب بھی ہم حقائق نہ لکھیں، نئی نسل کو حقائق نہ بتائیں تو یہ کون سی قومی خدمت ہے۔ میرا مقصد کسی کی تضحیک یا کسی کو غلط ثابت کرنا ہرگز نہیں ہے۔ میرا مقصد نئی نسل کو حقائق سے آگاہ کرنا ہے۔"

یہ تو ظاہر ہے کہ اس تحریر کا مقصد نئی نسل کو صحیح تاریخی حقائق سے آگاہ کرنا تھا۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ اس کالم میں کون سے قیمتی تاریخی حقائق بیان کیے گئے ہیں۔ یہ گمنام صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"کہیں پڑھا ہے کہ، لکھنے والے نے سر ظفر اللہ خان کو انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کا پہلا اور واحد پاکستانی جج تو ثابت کر دیا لیکن اس بات پر کوئی تبصرہ نہ کر سکے کہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بھی وہ انڈیا میں مسلمانوں کی نسل کشی پر اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے کوئی احتجاج نہ کر سکے، مسلمانوں کے لئے آواز بلند نہ کر سکے، مظلوموں کو انصاف دلانے کے لئے کوئی قابل ذکر کام نہ کر سکے۔"

اس کے بعد وہ بڑی رازداری سے پڑھنے والوں کو اپنی اہمیت ان الفاظ میں جتلاتے ہیں کہ تاریخ کے طالب علموں سے اور جن کے سامنے سب کچھ ہوا انہیں کون دھوکہ دے سکتا ہے۔

اب اس الزام کے بارے میں حقائق پیش کیے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ:

1۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے پاکستان کا وزیر خارجہ بنتے ہی اقوام متحدہ کے فورم پر پہلا کام یہ کیا تھا کہ بھارت میں مسلمانوں کے قتل عام کے خلاف آواز بلند کی تھی۔

2۔اس کا آغاز چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے 16 جنوری 1948 کو سلامتی کونسل میں اپنی ایک طویل تقریر سے کیا۔اور اس موضوع پر یہ تقریر اگلے روز بھی جاری رہی۔اس میں معین ثبوت پیش کیے گئے تھے کہ بھارت میں مسلمانوں کے قتل عام کا منصوبہ آزادی سے پہلے ہی بنا لیا گیا تھا اور اس منصوبے میں مسلمانوں کی نسل کشی کے علاوہ انہیں اپنے علاقوں سے نکالنے کا منصوبہ بھی شامل تھا۔اور یہ منصوبہ بھی بنایا گیا تھا کہ بعض مسلم اکثریت علاقوں سے بھی مسلمانوں کو زبردستی نکال دیا جائے۔

کوئی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے اتفاق کرے یا اختلاف لیکن اقوام متحدہ میں بھارت میں مسلمانوں کی نسل کشی کے خلاف اس سے زیادہ مفصل اور مدلل تقریر آج تک کسی پاکستانی سربراہ،وزیر یا مندوب نے نہیں کی۔میری چوہدری محمد اکرم صاحب اور ان کے گمنام لکھاری صاحب سے گزارش ہے کہ اس کی کوئی مثال پیش کر کے میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔جس تقریر کا خاکسار نے ذکر کیا ہے وہ سیکیورٹی کونسل کے اجلاس نمبر 228 اور 229 کے صفحہ 34 سے 120 پر موجود ہے اور اس کے بعد جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ جاری رہا۔یہ تقریر انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔

اس تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ آزادی سے پہلے ہی کئی علاقوں میں ہندو اور سکھ انتہا پسندوں نے یہ اعلانات شروع کر دیے تھے کہ ہم مسلمانوں کو دریائے سندھ سے پرے دھکیل دیں گے اور اس کے لئے خون کی ہولی کھیلی جائے گی۔اور آزادی کے بعد مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی نسل کشی کو انتہا تک پہنچا دیا گیا۔اور بھارت کی حکومت کے ادارے اس نسل کشی میں بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ایسی ریاستیں جن کے حکمران ہندو یا سکھ ہیں ان میں ان حکمرانوں نے خود مسلمانوں کا قتل عام کرایا ہے۔

یہاں تک کہ کپور تھلہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت تھی،اب وہاں صرف تین مسلمان بچ گئے ہیں جو کسی جگہ پر چھپے ہوئے ہیں۔اس طویل تقریر کی تفصیلات تو ایک کالم میں بیان نہیں کی جا سکتیں لیکن یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس تقریر کے بعد بھارتی مندوب مسٹر سیتلواڈ نے جو کہ بھارت کے پہلے اٹارنی جنرل تھے،اپنی جوابی تقریر میں کہا کہ مجھے تقریر کی طوالت پر اعتراض نہیں لیکن اس تقریر میں بھارت کے خلاف نپی تلی زہر فشانی کا ریکارڈ قائم کیا گیا ہے۔

بہر حال محمد اکرم چودھری صاحب کے کالم میں یہ گمنام صاحب انکشاف کرتے ہیں کہ اصل سازش یہ تھی کہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کو برطانوی وزیر نے دھمکی دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ اقوام متحدہ میں اپنی تقریر میں یہ الزام نہ لگائیں کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو سکھوں کے منصوبے کا پہلے سے علم تھا۔اور جب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے برطانیہ کی یہ خدمت کر دی تو اس خدمت کے عوض انہیں عالمی عدالت انصاف کا جج بنایا گیا۔

اس سلسلہ میں انہوں نے 25 فروری 1948 کے کسی خط کا ذکر کیا ہے جس کی نہ اصل عبارت لکھی گئی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی حوالہ دیا گیا ہے۔اس لئے اس خط پر تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔لیکن صرف ایک ہی حقیقت سے اس الزام کا جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے۔16 جنوری 1948 کو چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے سیکیورٹی کونسل میں اپنی تقریر کے آغاز میں ہی یہ کہہ دیا تھا کہ تقسیم پنجاب کے وقت سکھوں نے جو منصوبہ بنایا تھا،وہ منصوبہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے علم میں تھا۔انہوں نے تقریر میں کہا:

Hints were dropped during partition proceedings as to what Sikh Plan was, and apparently Viceroy himself, Lord Mountbatten, was aware of what it was. Subsequent Government reports of the Government of the Punjab to the central Government, which have been circulated, though they have not been published indicate that the Sikh plan as it subsequently unfolded itself in actual practice was already known to Lord Mountbatten. [کارروائی سیکیورٹی کونسل سیشن228ص41]

ترجمہ:"تقسیم کی کارروائی کے دوران اشارے دے دیے گئے تھے کہ سکھ منصوبہ کیا تھا؟اور یہ ظاہر ہے کہ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو علم تھا کہ یہ منصوبہ کیا ہے۔ بعد میں حکومت پنجاب کی وہ رپورٹیں جن کو سرکلر کیا گیا اگرچہ انہیں شائع نہیں کیا گیا اس سکھ منصوبہ کو ظاہر کرتی ہیں اور یہ منصوبہ بعد میں خود ہی ظاہر ہو گیا، اس کا لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو پہلے سے ہی علم تھا"۔

یہی ایک حوالہ ظاہر کرتا ہے پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے سیکیورٹی کونسل میں وائسرائے پر یہ الزام لگایا تھا کہ انہیں سکھوں کے منصوبے کا پہلے ہی سے علم تھا۔ اس حقیقت کی موجودگی میں یہ لایعنی الزام قبول نہیں کیا جا سکتا کہ 25 فروری تک برطانوی وزیر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو دھمکیاں دے کر اس بات پر آمادہ کر رہے تھے کہ وہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن پر یہ الزام نہ لگائیں۔25 فروری تک تو دونوں ممالک اپنا موقف پیش کر چکے تھے۔چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے عقائد کی بنا پر پاکستان میں ایک طبقہ کو ان کی تعریف ہضم نہیں ہوتی اور اس کے رد کے لئے وہ کوئی سا بھی سفید جھوٹ بول سکتے ہیں۔ یہ حقائق معزز کالم نگار اور روزنامہ نوائے وقت کو بھی بھجوائے جائیں گے۔ امید ہے کہ وہ صحافتی اقدار اور اخلاقی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود ہی ان بے سروپا الزامات کی تردید شائع کر کے اصل حقائق پاکستان کے عوام کے سامنے لائیں گے۔

نائبِ ختم الرسل کے جانشیں ہیں آپ ہی
لاجرم حقّا امیر المومنیں ہیں آپ ہی
سر پہ دستارِ خلافت مثلِ تاباں آفتاب
اس زمیں پر دین کے ماہِ مبیں ہیں آپ ہی
نور سے روشن سراپا ہے درخشندہ جبیں
پُرزِ انوارِ خدا عبدِ حسیں ہیں آپ ہی
نصرت و تائید کا وعدہ میسر ہے جسے
ساتھ جس کے ہے خدا وہ بالیقیں ہیں آپ ہی
آپ کے پیرو جواں عاشق ہیں اور کیوں کر نہ ہوں
ان سے ہیں نزدیک اور رب کے قریں ہیں آپ ہی
امنِ دنیا آپ ہی کی ذات سے وابستہ تر
کہ محافظ وعدۂ حصنِ حصیں ہیں آپ ہی
ہر رخِ روشن کو روشن تر کیا ہے آپ نے
نور کے اس سلسلے کے اب امیں ہیں آپ ہی
آپ کی طاعت فلاح و کامرانی کی کلید
ہر سعادت کی بھی تزئینِ جبیں ہیں آپ ہی
آپ کے اوئی سے چاکر اس ظفرؔ ناچیز کے
دل میں جس نے گھر کیا وہ دلنشیں ہیں آپ ہی
(مبارک احمد ظفرؔ۔یوکے)

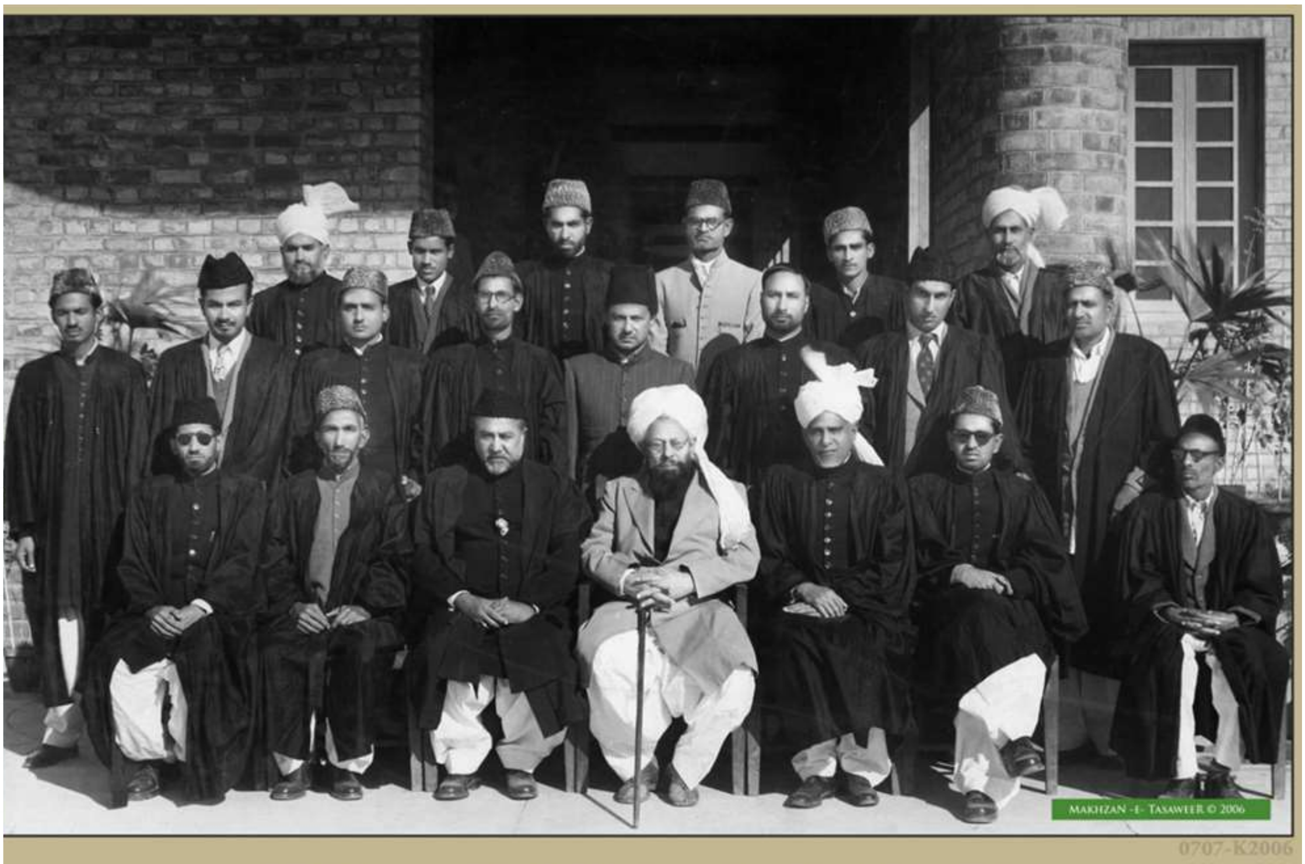

T.I. College staff with Hadhrat Khalifatul Masih II[ra]
at the opening ceremony of the College Building, 1954

SPD جرمنی کی اکثریتی پارٹی کے رہنما کی ہمبرگ میں احمدیہ مساجد میں آمد

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغ آخر شب

(محمد کولمبس خاں)

مندرجہ بالا مصرع خاکسار نے شیخوپورہ کے ایک باغ میں تقریر کرتے ہوئے ایک سیاسی لیڈر کی زبانی 1965 میں سنا تھا۔ اس وقت دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ کسی شعر کو یاد رکھنے کے لئے اسے دوبارہ پڑھنے یا سننے کی حاجت نہیں ہوتی تھی۔ وفاقی جمہوریہ جرمنی جسے خاکسار عدل و انصاف کی بنا پر اسلامی جمہوریہ جرمنی لکھتا ہے اس کی پرفامنس سوسائٹی میں ترقی کی راہیں ہر دیانتداری سے محنت کرنے والے کے لئے کشادہ ہیں اور اس کا ایک ثبوت ہمبرگ کی صوبائی اسمبلی کے انتخابات 2020 میں دو احمدیوں کی کامیابی ہے۔ مکرم طارق گلفام ملک صاحب کا ذکر اس سے پہلے ایک شمارہ میں کیا جا چکا ہے۔

اس شمارہ میں عزیزم مکرم افتخار ملک صاحب مکرم ملک اعجاز احمد کھوکھر صاحب جو میرے ایک دوست اور بھائی مکرم محمد صدیق گھمن صاحب آف ملتان کے نواسے بھی ہیں، ان کا مختصر تعارف پیش خدمت کرنا مقصود ہے۔ یہ ہمارا مستقبل بھی ہیں۔ اور ظہیر کاشمیری کے شعر کے دوسرے مصرع میں میں ایک مستقل اُمید کی کرن دکھائی دیتی ہے کہ:

ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

یہ تیس سالہ نوجوان پیشہ وکالت میں محنت کر رہا ہے اور بارہ سال سے جرمنی کی قدیم سیاسی پارٹی ایس پی ڈی کی ممبر شپ اختیار کر کے 2016 میں پارٹی کی ضلعی سطح پر عاملہ کا ممبر بنا اور 2020 کے انتخابات میں انہیں Landtag جسے ہمبرگ میں Bürgerschaft کہتے ہیں پارٹی کی سیٹ پر رکنیت مل گئی۔ جرمنی میں ایک اسائیلم سیکر والد کے ہاں Geestacht میں جنم لینے والے اس نوجوان کو اس کے اخلاص اور دیانت کی وجہ سے پارٹی کے اندر اور پارٹی سے باہر بھی بڑی پذیرائی ملی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے آگے بڑھ کر چیلنجز کو قبول کرنے اور تعلقات کو نباہنے کا ملکہ عطا کیا ہے۔ ابھی جدوجہد کرنے کے لئے اس کے سامنے ایک وسیع میدان ہے اور مشرقی اخلاق کے ساتھ اس میں مغربی عزیمت کا اجتماع ایک خوش آئند توقع کا باعث ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ترقیات سے نوازے اور حق کی خاطر آواز بلند کرتے رہنے کی توفیق دے۔ آمین

ایک عجیب واقعہ

مکرم چوہدری عبد العزیز صاحب اپنی خود نوشت "یادِ حبیب" میں

پاکستان کے ابتدائی زمانہ میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دورہ سندھ میں ہونے والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک عجیب واقعہ جو دوران سفر پیش آیا وہ عرض کرتا ہوں۔ اس وقت تو کچھ ایسے محسوس نہ ہوا مگر بعد میں جوں جوں زمانہ کو دیکھا اور حالات پر غور کیا توں توں حضورؓ کی شانِ غنی اور توکل الیٰ اللہ پر یقین بڑھتا گیا اور اب تک اس واقعہ کا اثر ہے۔ کراچی سے کچھ مہمان حضور کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ان کے اعزاز میں عصر کے بعد ایک ٹی پارٹی کا اہتمام حضورؓ نے اپنے ناصر آباد والے باغ میں کروایا۔ جس کے آم اتنے لذیذ اور خوش ذائقہ ہیں کہ بڑے بڑے لوگ ہر موسم میں منتظر رہتے ہیں کہ کب یہ موسم آئے تو ہم حضورؓ کی طرف سے آموں کا تحفہ وصول کریں۔ یہ عرض کرتا چلوں کہ حضور کی طرف سے ایک لسٹ ہر سال مینجر ناصر آباد کو بھجوادی جاتی کہ فلاں فلاں کو آموں کا تحفہ بھجوادیا جائے۔ پاکستان کے چوٹی کے سیاسی لیڈر اور دیگر معززین کو فہرست کے مطابق آموں کی پیٹیاں بھجوادی جاتی تھیں۔

جب چائے کی تقریب کا اہتمام اس باغ میں کیا گیا کچھ مجلس ہوئی۔ خورد و نوش کے بعد ایک صاحب اٹھے۔ انہوں نے سونے کا ایک میڈل حضورؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؓ نے استفسار فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی یہ حبیب بنک سے جب چاہیں اور جتنا کیش چاہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں آپ کے اکاؤنٹ کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ میڈل ہی کافی ہے۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ حضور یہ میڈل صرف چھ سات افراد کے پاس ہی ہے جو اس بنک کے مالک ہیں اور انہوں نے عرض کی کہ آپ نے اس بنک پر اس وقت احسان کیا تھا جب ہم نے اس کو شروع کیا۔ ہماری مدد کے لئے اس وقت کوئی مسلمان لیڈر آگے نہیں ایا۔ ہم نے سارے انڈیا میں بڑی کوششیں کی تھیں۔ تب ہم قادیان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہماری خواہش پر اپنی طرف سے ہماری مدد فرمائی اور پھر اپنی جماعت کو بھی ہدایت فرمائی کہ یہ مسلمانوں کا پہلا بنک ہے اس کی ہر ممکن مدد کریں۔ آپ کی دعا اور تعاون سے آج یہ بنک پاکستان میں مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے مگر آپ ہجرت کر کے خالی ہاتھ وہاں سے آئے ہیں آپ کو ضرورت ہو گی۔ اس لئے یہ میڈل آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ نیز عرض کیا آپ ربوہ ایک ایسی

جگہ آباد کر رہے ہیں اگر وہاں یا کسی اور جگہ صنعت کے میدان میں کوئی کارخانہ لگانا چاہیں تو جس قدر مالی امداد کی ضرورت ہو وہ آپ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ وہ دوست سیٹھ حبیب تھے جو حبیب بنک کے بانی تھے۔ کچھ دیر مجلس رہی پھر انہوں نے واپسی کے لئے اجازت اور رخصت چاہی۔ جب حضور الوداع کرنے گئے تو حضور نے فرمایا۔ ٹھہریں ہم اپنے مہمان کو خالی ہاتھ نہیں بھجوانا چاہتے۔ پھر وہی میڈل آپ

نے ان کو دے دیا اور فرمایا آپ کا تحفہ مجھے مل گیا اور ہم اب یہ آپکو دے رہے ہیں۔ وہ کچھ پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہوا۔ حضورؓ نے فرمایا ہمارا خدا ہماری سب ضرورتیں پوری کرتا ہے اور کبھی وہ وقت نہیں آیا جب اس نے ہماری ضرورت پوری نہ کی ہو۔ اس میڈل کو لے کر میں اپنے خدا کے احسانوں کی ناشکری نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ایک شرک مخفی ہو گا کہ اس سے ہم اپنی ضرورت پوری کریں۔ ہمارا خدا ہمارا ضامن ہے وہ ہماری سب ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اس لئے میں آپ کا تحفہ شکریہ کے ساتھ اور محبت بھرے جذبات کے ساتھ آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ رہا سوال صنعت کے لئے روپیہ کا حصول تو ہم کو خدا نے اس کام کے لئے بنایا ہی نہیں۔ ہمیں خدا کا نام ساری دنیا میں پھیلانا ہے اور دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں۔

اللہ اللہ کس قدر پختہ یقین ہے خدا پر۔ دنیادار حصولِ زر کے لئے آج کیا کچھ نہیں کر رہے۔ بنکوں سے قرضے پہ قرضے لے کر ہضم کر جاتے ہیں اور واپس نہیں کرتے۔ اور ایک خدا کا بندہ ہے دولت گھر پر آتی ہے مگر اس دولت پر نظر نہیں۔ نظر ہے تو اس خدا پر جو ساری کائنات کا رازق ہے۔(صفحہ 46 تا 48)

سوالاکھ یوروسالانہ ٹیکس دینے والا چپڑاسی

(ابوالفضل)

چپڑاسی ہونے کو ہمارے معاشرہ میں حقیر سمجھتے ہیں۔ لیکن آج مئی 1975 کی تیرہ تاریخ اور منگل کا دن ہے۔ منگل کا دن برِ صغیر کے باسیوں کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے میں ایک بُجھے ہوئے دل کے ساتھ لاہور سے سرگودھا جانے والی سڑک کے شیخوپورہ سے پہلے چیچو کی ملیاں سن شائین ملز کے سامنے بس سٹاپ کے پر کھڑا ہوں۔ گرمی کا موسم تو ہے لیکن باہر کی گرمی اندر کی گرمی سے کم اور قابل برداشت ہے۔ بس پر دُھول سے بچتے ہوئے سوار ہو جاتا ہوں۔ فوجی ٹریننگ نے خود حفاظتی کی حس بھی پیدا کر دی ہے اور ڈرائیور کے پیچھے تیسری چوتھی لائین میں جگہ ملنے کو ہمیشہ ترجیح دیتا ہوں۔ یہاں ایک خوش پوش نوجوان پہلے سے براجمان ہے۔

ہمراہی بوسکی کی نئی اور اچھی سلائی والی استری شدہ قمیض پہنے میری طرف دیکھ کر ہلکا سا مسکراتا ہے جس کے جواب میں کم از کم اتنا ہی مسکرانا مجھ پر لازم ہو جاتا ہے۔ میرے جوابی مسکرانے پر یہ نوجوان میرے ساتھ کچھ زیادہ ہی فری ہونے کے موڈ میں ہے اور مجھے سلام دعا کر کے احوال طلبی کرنے لگا ہے۔ میں نے مصنوعی خوشگواری سے مختصر جواب سے خلاصی چاہتا ہوں لیکن یہ ٹلتا ہی نہیں۔ مجھے اس کے ساتھ کوئی گھنٹہ بھر رفاقت کی مجبوری ہے۔ اس کے اندازِ گفتگو نے آہستہ آہستہ اس کی باتوں کو میری سماعت کے لئے گوارہ کر دیا ہے جو بتاتا ہے۔

میں ایک دیہاتی آدمی ہوں۔ اور ضلع میانوالی کا رہنے والا ہوں۔ والدین نے بڑی مشکل سے مجھے میٹرک تک تعلیم دلوائی ہے اور اب میرا فرض ہے کہ میں ان کے ساتھ باقی بہن بھائیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے معاون بنوں۔ اس ملک میں سفارش اور رشوت کے بغیر کوئی معقول کام کا ملنا محال ہے۔ میں نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ پولیس میں بھرتی ہو جاتا ہوں اور پھر محنت کر کے ترقی کر لوں گا۔ سہالہ ایک دیہاتی کے لئے گھر سے بہت ہی دور ایک شہر ہے جہاں جا کر مجھے ٹریننگ کرنی پڑی۔

ہفتے دوسرے گھر جا کر والدین کی امنگوں میں اضافہ کرنے چلا جاتا رہا۔ ٹریننگ کا دور ختم ہوا تو یہ خوش کن خواب کہ اب گھر والوں کی خدمت کر سکوں گا چکنا چور ہو گیا۔ ضلع میانوالی۔ یا پنجاب نہیں۔ مجھے ڈیوٹی پر کراچی بھیج دیا گیا۔ اب ہفتہ تو کیا مہینوں گھر والوں سے ملاقات ممکن نہ تھی۔ کراچی جیسے شہر میں ایک دیہاتی کو ایڈجسٹ ہونے کے لئے وقت چاہیے۔ لیکن وہ کیا کہتے ہیں۔ ہر کہ بلا از آسمان اورد۔ وہ خانہ انوری ہی نہیں میری قسمت کے خانہ میں نازل ہوئی اور مجھے ساحلِ سمندر پر گشت کرنے لگا دیا گیا۔

جہاں ریت اور پانی اور ہوا کے عناصر باہر تھے۔ چوتھا عنصر میرے اندر سلگ رہا تھا۔ میں باقاعدگی سے اپنی ڈیوٹی کرتا رہا تا کہ کسی روز افسران بالا کی خوشنودی کا مورد ہو سکوں۔ ایک روز گشت پر مامور اپنے فرائض کی انجام دہی سے لطف اندوز ہو رہا تھا جو دیکھا کہ ایک یورپی جوڑا ہماری روایات کے برعکس کم لباسی میں پانی کو گدلا کر رہا ہے۔ اگرچہ پانی کے گدلا ہونے پر مجھے اعتراض نہیں تھا کیونکہ یہ پانی ویسے ہی پینے کے لئے نہیں ہے لیکن ان کی کم لباسی درست نہیں تھی۔

ایک باوردی پولیس مین کی حیثیت سے کسی خطاکار پر گرفت کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ میری آواز پر دونوں نے باہر آ کر ہیلو کہا اور میرے ترش لہجہ میں سوال پر کہ آپ کو پتہ نہیں کہ یہاں نہانا جرم ہے۔ جواباً انہوں نے لاعلمی اور دِلی معذرت کا اظہار کیا۔ میں نے اس معمولی فروگذاشت کو مقدمہ بنانے کے بجائے انہیں آئندہ احتیاط کی تنبیہ کرتے ہوئے خدا حافظ کہا۔ اس چٹی چمڑی والے کا خیال تھا کہ پاکستانی

پولیس مین کو معمولی رقم سے کافی خوشی فراہم کی جاسکتی ہے۔

اسی خیال کے تحت پچاس روپے میرے ہاتھ پر رکھنے کی کوشش کی جو میں نے پاکستانیت کے جذبہ کے تحت ناکام بنادی۔ اس پر انہیں احساس شرمندگی پیدا ہوا۔ اور مجھ سے پھر ملنے کی خواہش میں اپنا وزٹ کارڈ تھمادیا۔ بات آئی گئی ہوگئی اور اگلا ہفتہ معمول کے مطابق گزر گیا۔ اب ایک دن کی چھٹی آگئی جسے گزارنا تھا۔ پولیس لائینز سے باہر جانے کے لئے کوئی دلچسپی والی بات نہ پاتے ہوئے چٹی چمڑی والے کے وزٹ کارڈ پر نگاہ پڑی اور پروگرام اسے ملنے کا بن گیا۔

اپنے استری شدہ کپڑوں کی ٹھاٹھ میں دیے گئے پتہ پر جانے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ منزل پر پہنچ کر دیکھا تو یہ ایک سوئس بنک کی بلڈنگ تھی۔ اس کی ریسپشن پر مامور آدمی کو کارڈ دکھایا اور بتایا کہ میں اس شخص کو ملنے آیا ہوں۔ اس نے بغور مجھے اور کارڈ۔ اور پھر مجھے دیکھا۔ اور بے یقینی کی صورت میں انٹر کام سے اندر اطلاع کی کہ ایک پینڈو نوجوان ہے جو صاحب سے ملنے آیا ہے۔ اس کے صاحب کہنے سے مجھے ہلکی سی جھرجھری سی ہوئی کہ جس شخص کو یہ صاحب کہہ کر پکار رہا ہے کوئی بڑا آدمی ہوگا۔

اور میرے پاس مشترکہ موضوع تو ہے نہیں پھر اس سے مل کر کیا بات کروں گا۔ تاہم مجھے اندر بھجوادیا گیا۔ ایک دیہاتی کے لئے اتنی صاف اور خوبصورت بلڈنگ میں احساس کمتری پیدا کرنے کے لئے کافی مواد موجود تھا۔ میں نے آیت الکرسی پڑھ کر سینے پر پھونکی اور اپنے اندر اعتماد اور بلند حوصلگی کا اضافہ کرلیا۔ بنک مالک اپنے دفتر سے باہر دروازہ پر آکر بڑے احترام سے مجھے اندر لے گیا۔ حال احوال دریافت کیے اور چائے بسکٹ سے تواضع کی۔

میری آمد کا شکریہ ادا کیا اور باہر تک مجھے چھوڑنے کے لئے آیا۔ میں کامل اطمینان سے ایک خوشگوار چھٹی سے محظوظ ہورہا تھا کہ اس نے مجھے یہ کہہ کر کہ میں اب آپ کے ہاں آؤں گا تھوڑا سا پریشانی میں ڈال دیا۔ اور میری اگلی چھٹی کے روز وہ دونوں میاں بیوی اپنی لمبی گاڑی میں پولیس لائینز پہنچ گئے۔ میرے کمرے میں جہاں چار چارپائیاں جن کے سرہانے صندوق اور ذاتی سامان رکھا ہوا تھا۔ میرے ساتھی نے تعاون کرتے ہوئے کرسیاں سیٹ کردیں اور لوہے کے مگوں میں چائے ان کے سامنے رکھ دی جسے انہوں نے شکریہ کے ساتھ نوش کیا۔

اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد جب انہیں خدا حافظ کہنے گاڑی تک گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تنخواہ کیا ہے۔ اسوقت ہماری تنخواہ سوا سو روپے تھی۔ اس پر اس نے پیش کش کی کہ میں اس کے پاس نوکری کرلوں تو مجھے تین سو تنخواہ دے گا۔ میں نے مجبوری ظاہر کی کہ میں سرکاری ملازم ہوں۔ اور استعفیٰ آسانی سے ممکن نہیں۔ اس نے کاغذی کارروائی اپنے ذمہ لیتے ہوئے میری رضامندی حاصل کرلی اور اگلے ماہ مَیں اس کے بنک میں سینئر کلرک تھا اور میرا کام اس کے بیرونی پروگراموں میں اس کے ساتھ ساتھ رہنا تھا۔ تین سال کی نوکری معقول تنخواہ کی وجہ سے میرے گھر والوں کو کافی آسودگی ملی۔ اب اس بنک کے مالک نے میری تقرری سوئٹزرلینڈ میں کردی ہے۔ تین سال کا ویزہ لگ چکا ہے پندرہ دن کی چھٹی کے بعد میں اب زیورچ روانہ ہوجاؤں گا۔

میرے اس باس نے اس عرصہ میں مجھے صرف ایک نصیحت کی ہے کہ:

"اگر تمہیں سکول میں چپڑاسی بھی لگادیا جائے تو گھنٹی اس سُر سے بجاؤ کہ لوگ عش عش کر اٹھیں۔"

میری منزل آگئی اور نوجوان کی رفاقت فرقت میں بدل گئی۔ میں نے اس چپڑاسی جیسا رویہ اپنانے کا دل میں عہد کرلیا ہے۔

2019 میں فیملی سمیت سوا لاکھ یورو سالانہ ٹیکس دینے والا چپڑاسی الحمدللہ یہ عاجز ہے۔

جرمنی میں انتخابات 2021 اور نئے چانسلر

جرمنی کے شہر اوزنابروک Osnabrück میں 4 جون 1958 کو پیدا ہونے والے جناب اولف شولتس (Olaf Scholz)
مورخہ 26 ستمبر 2021 کو منعقد ہونے والے وفاقی پارلیمنٹ کے انتخاب کے نتیجہ میں اکثریتی پارٹی ایس پی ڈی
(Social-democratic Party Deutschland= Germany)
کے لیڈر کے طور پر اگلے چار سال کے لئے چانسلر منتخب ہو جائیں گے۔ ہمبرگ میں دورانِ تعلیم ہی پارٹی کی طلبہ کی تنظیم اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد لوکل سیاست میں سرگرم ہو گئے۔ جرمن معاشرہ ایک Performance Society ہے جس میں کارکردگی ترقی کا زینہ شمار ہوتی ہے اور رنگ و نسل، خاندان یا مذہبی رجحانات کا دخل نہیں ہوتا۔ پارٹی کے اندر ہر دو سال بعد منعقد ہونے والے کنونشن میں 2009 میں انہیں نائب صدر منتخب کیا گیا اور اس طرح علاقائی سیاست سے یہ ملکی سیاست میں منتقل ہونے لگے۔ فروری 2018 میں پارٹی کے صدر مارٹن شلتس (Martin Schulz) کے استعفیٰ کے بعد دیرینہ نائب صدر ہونے کی وجہ سے اپریل 2018 میں پارٹی انتخاب تک عبوری طور پر صدر رہے۔ گزشتہ برس انہیں 2021 میں منعقد ہونے والے عام انتخابات میں چانسلر شپ کے امیدوار کے طور پر پارٹی نے نامزد کر دیا اور مئی 2021 میں پارٹی کنونشن میں انہیں باقاعدہ امیدوار منتخب کر لیا گیا۔ ہمبرگ میں بطور صوبائی وزیر داخلہ اور پھر میئر بلدیہ (وزیر اعلیٰ کے برابر) کے بعد 2018 سے جرمنی کے وزیر مال اور نائب چانسلر چلے آرہے تھے۔ جرمنی میں "کم از کم اُجرت" ایک فلاحی انتخابی نعرہ ہے جس کے لئے انہوں نے 12 یورو فی گھنٹہ کامیابی کے بعد منزل مقرر کی ہے۔ (ہمبرگ کی موجودہ صوبائی پارلیمنٹ میں دو مخلص احمدی ممبر ایس پی ڈی کی طرف سے انتخاب میں کامیاب ہو چکے ہیں)

جرمنی کے نئے چانسلر کی جماعت احمدیہ ہمبرگ کے ایک پروگرام میں مسجد بیت الرشید میں تقریر کے دوران جماعت کے موٹو "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں" پر اظہار خیال کرتے ہوئے

ان کی مخالف پارٹی کی لیڈر انگیلا میرکل (AngelaMerkel) 22 نومبر 2021 کو سولہ سال بطور چانسلر خدمت کرنے کے بعد اب انہیں حکومت کا کاروبار کا بوجھ اولف شلتس کے کاندھوں پر ڈال کر عملی سیاست سے فارغ ہو جائیں گی لیکن تاریخ میں اس خاتون کو بنی نوع انسان کے لئے سچی ہمدرد اور کامیاب ترین حکمران کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔

بزبانِ خلافت

جو طالع آپ کا ہیرا تھا ،وہ ہیرا ہمارا بھی
وہ علمِ احمدیت کا مگر روشن ستارا بھی

وہ اسلوبِ محبت میں، میرے پیاروں کے جھرمٹ میں
وہ جتنا خوبصورت تھا،وہ بڑھ کر اس سے پیارا بھی

خلافت سے اسے ایسی محبت تھی کہ الاماں
سمجھ جاتا تھا وہ آقا کی آنکھوں کا اشارا بھی

وہ ہر پہلو سے ہم سب کے لئے ایسا نمونہ تھا
وہ ہر خادم کا رہرو بھی، وہ روشن بھی، منارا بھی

سمندر میں وہ کشتی بھی، ہوا بھی، بادباں بھی تھا
ہوا کے دوش پر موجوں میں بازو بھی، سہارا بھی

اسے انسانیت سے یوں لگن تھی اپنے سینے میں
وہ یوں لگتا تھا جیسے ہے وہ میرا بھی، تمہارا بھی

شہادت نے تری طالع یہ دی ہے روشنی ایسی
ترا ایسے چلے جانا گوارا ہے، خدارا بھی

کہ وہ طالع آزما تھا ہر گھڑی اوجِ محبت میں
مجسم عشق تھا طالع جنوں کا استعارہ بھی

چمن میں اس طرح کے پھول گرچہ کھلتے رہتے ہیں
چلے جائیں تو پھر خوابوں میں آ کر ملتے رہتے ہیں

محمد شریف خالدؔ (جرمنی)

2021_09_11

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ

Never shall you attain to righteousness unless you spend out of that which you love; and whatever you spend, Allah surely knows it well.

kalat Maal
ISLAMABAD UK

Salaam Block, Islamabad
2 Sheephatch Lane, Tilford
Farnham, GU10 2AQ
+44 20398 83841
+44 20398 83925
office@wmaal.org

4-8914/6987/AA-14.10.2021

مکرم و محترم عبدالغفور ڈوگر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہونگے۔

آمکرم کا خط بابت €5100 موصول ہوا جس کے مطابق نظارت تعلیم ربوہ کو مطلع کر دیا گیا ہے۔ نیز جیسا کہ آپ نے فون پر مطلع کیا تھا کہ ابتک تعلیم الاسلام اولڈ سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن جرمنی کیطرف سے 30لاکھ روپے کے برابر رقم جمع کروائی گئی ہے، اس کی رپورٹ بھی حضورِ انور کی خدمت میں پیش کر دی گئی ہے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

والسلام۔خاکسار

15/10/21

ایڈیشنل وکیل المال اسلام آباد (یوکے)

The grandfather of Pakistan's atomic bomb

was the first Muslim to win the Nobel Prize in Physics

The" father" of the Pakistani atomic bomb, nuclear spy Abdul Qadeer Khan, died on Sunday to corona, 85 years old. A folk hero passed away. Deeply regretted.

But the ugly explosive, Pakistan's pride, also had a "grandfather," world-renowned physicist and Nobel Prize winner Abdus Salam (1926-1996). Even without him, the "Islamic nuclear bomb" might never have happened. Yet he was controversial. Reason: he was a follower of a 'wrong' Islam, the Ahmadiyya. At the end of the nineteenth century, the movement developed from India around a kind of messiah, who saw himself as the returned Jesus. According to orthodoxy, the teaching of the Ahmadiyya contradicts the dogma that Muhammad was the last prophet.

Spy Khan, the father of the weapon of destruction, was notorious in the Netherlands. He exposed the national lion and its security forces. In the 1970s, he worked at the Urenco company in Almelo, which specializes in uranium enrichment, a technique that can be used for the manufacture of atomic bombs. Khan, who studied in Delft in the 1960s, smuggled the secrets of that process to Pakistan. A failure for the Netherlands. But Khan became an icon throughout the Muslim world, not just Pakistan.

In six months, he solved a physics riddle

Khan reaped the laurels, but at least as much owed Pakistan's nuclear ambitions to Abdus Salam. Because he set the physics research in Pakistan on track with unbridled energy. His interests were wide. He could also have become a top expert in English literature. But the craving for the smallest particles, the black holes in the universe and other physical wonders won out. After his doctorate at a young age, colleagues challenged him to solve a physics riddle within a year, on which until then scientists worldwide had bitten themselves in vain. He was out in six months. One of his admirers was Robert Oppenheimer, the man behind the American atomic bomb.

Alternately, Abdus Salam taught in Pakistan, England and the US. He was given high-level positions in the Pakistani government, but was also at odds with it. He taught subjects that universities neglected at home to select groups of students. In doing so, he cultivated a scientific elite.

He preferred to work on peaceful applications of nuclear energy.

But after Pakistan's lost war with India (1971), he argued strongly for a Pakistani nuclear bomb. In 1974, he left his country, with doors slamming, because of a law that determined that Ahmadis were not Muslims. Workmen painted black paint over the creed in those buildings, under the watchful eye of the police.

A clumsy epitaph

In 1979 Abdus Salam was awarded the Nobel Prize in Physics. At the ceremony he read from the Quran. According to his epitaph, he proved the oneness of God. They were words of the leader of Ahmadiyya Islam, or the "Caliph of the Messiah." The stone also credited him as the first Muslim to receive the Nobel Prize in Physics. The competent authority applied the anti-Ahmadi law and removed the word Muslim. As a result, it is now rather clumsily stated that he was the first recipient of the Nobel Prize in Physics. In reality, in 1901, that was the German Wilhelm Röntgen. Pakistan still honored Abdus Salam with a postage stamp.

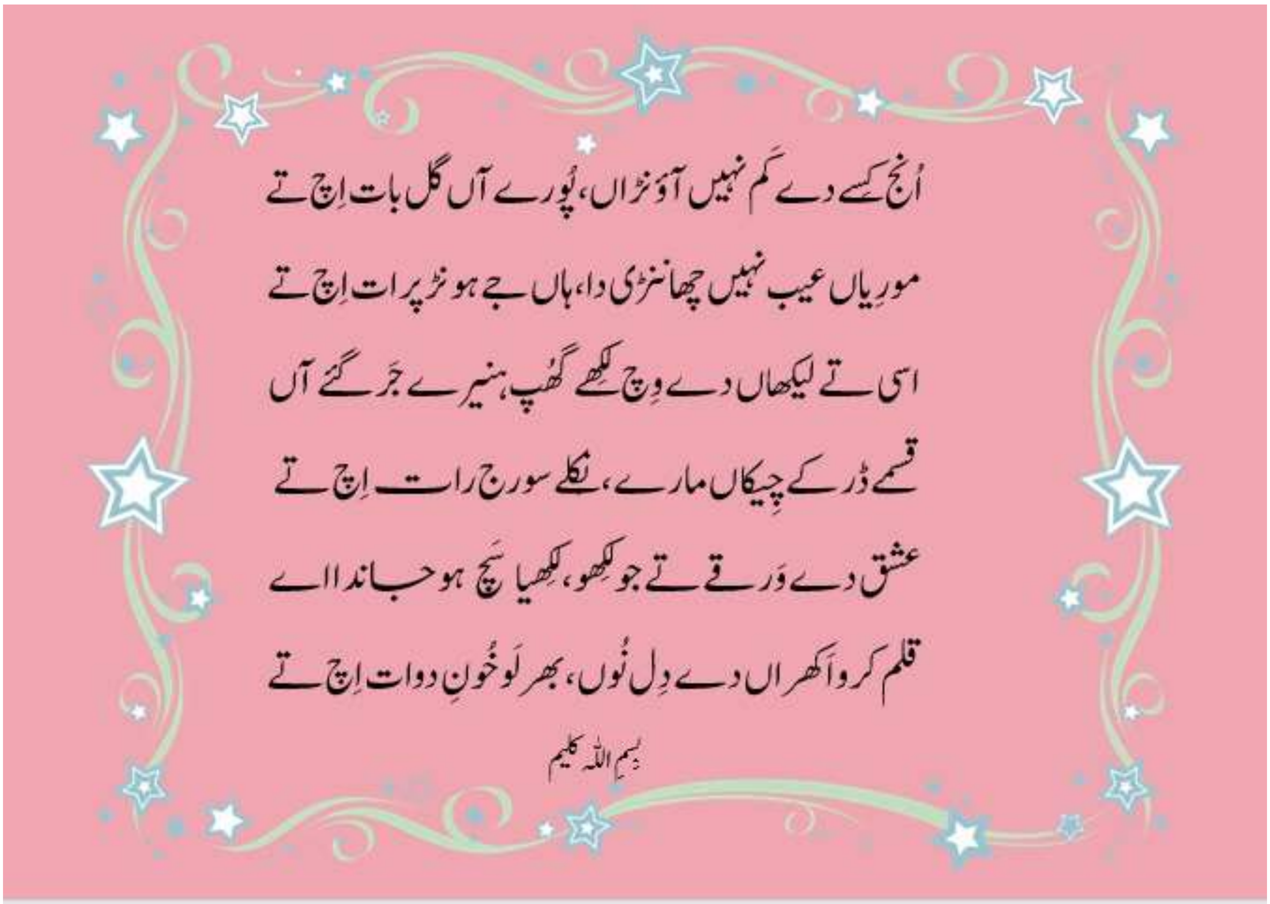

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

کچھ تو کرم فرماؤناں
اتنا یاد نہ آؤناں
اپنے چاہنے والوں سے
اتنا بھی شرماؤناں
فرصت ہو تو چپکے سے
سپنے میں آجاؤناں
جا بھی رہے ہو چپکے سے
کہتے ہو گھبراؤناں
ہم بھی آتے جاتے ہیں
تم بھی آؤ جاؤناں
عشق اگر دھوکا ہے میاں
یہ دھوکا بھی کھاؤناں
ہجر کی رُت میں رو رو کر
کندھاں کوٹھے ڈھاؤناں
شور مچا ہے مقتل میں
تم بھی شور مچاؤناں
ناحق اپنی کثرت پر
اتنا بھی اتراؤناں
اذنِ عام ہے کہتے ہیں
مضطرؔ تم بھی جاؤناں

سکورڈن لیڈر پی اے ایف

محترم رشید قیصرانی مرحوم

بشارتوں کی نوید ہم ہیں
محبتوں کے نقیب ہم ہیں
رہ طلب میں نگار یکتا سے
دور تم ہو قریب ہم ہیں
تمہاری نبضیں ہمارے دم سے
جو از ڈھونڈیں گی زندگی کا
کہ لکھنے والے نے لکھ دیا ہے
مریض تم ہو طبیب ہم ہیں
حریم جاناں کو جانے والے
تمام رستے ہمی نے کھولے
تمہی تھے پہرے بٹھانے والے
غنیم تم ہو، حبیب ہم ہیں
ہمارا مسلک سبھی سے الفت
تمہارا شیوہ سبھی سے نفرت
معاملاتِ دل و نظر میں
عجیب تم ہو، عجیب ہم ہیں